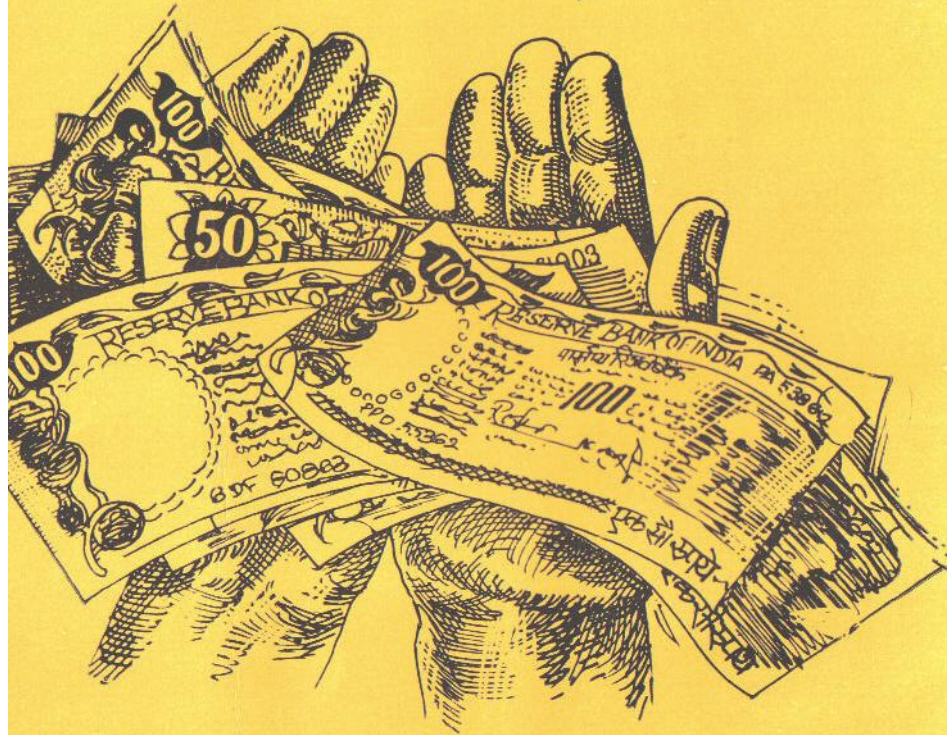


وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا...
اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے

مسئلہ سود

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ



اسلامک بک سروس

قَالَ اللهُ تَعَالَى حَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

مَيِّزُ الْهَدْيِ مِنَ الْهَوَى

فِي

الْفَرْقِ بَيْنَ الْبَيْعِ وَالرِّبَا

يَعْنِي

مَسْئَلَةُ سُودٍ

مُؤَلَّفَةٌ
حَضْرَتِ مَوْلَانَا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم

ربا (سود) کی تعریف، تجارتی سود، جاہلیت
عرب کا سود اور قرآن و سنت میں اس کا مفہوم، اس
کی حرمت اور اس پر وعید شدید اور اس کی دینی
دنیوی، معاشی تباہ کاری پریر حاصل بحث

ایک ایک جگ سے روس

۲۲۲۱ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ مسلا سوڈ
مصنف _____ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع
بار اول _____ ۱۹۹۳ء
تعداد _____ ایک ہزار
طباعت _____ ایف ایم، پرنٹرس نیو دہلی
باہتمام _____ عبدالعین
قیمت _____ ۳۰ روپے

MASLAHE SOOD

ISBN- 81-7231-143-5

PRICE. 30/=

ناشر

اسلامک بک سروس

۲۲۲۱- کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی-۲

فہرست عنوانات مسود

نمبر صفحہ	عنوان	نمبر شمار	نمبر صفحہ	عنوان	نمبر شمار
				تمہید	۱
۴۸	دوسری آیت سورہ بقرہ ۲۴۶	۱۳	۷	رسالہ کا مقصد	۲
۴۹	سود کے مانے اور صدقہ برکات کا بیان	۱۴	۱۳	عام مسلمانوں سے پیل	۳
۵۲	سود کے مال کی بے برکتی	۱۵		ربا کی تعریف اور سود	۴
۵۳	سود خواہد کی ظاہری خوش حالی دھوکہ ہے	۱۶	۱۴	دربائیں منسوق	
				ربا کی لغوی اور اصطلاحی معنی	۵
۵۶	یورپ کی سود خواری سے دھوکہ نہ کھائیں	۱۷	۱۸	ربا کی تشریح کے متعلق حضرت عمر فاروق کا اشارہ	۶
۵۸	یسری اور چوتھی آیتیں	۱۸	۱۹	جاہلیت کا ریا کیا تھا؟	۷
۶۲	پانچویں آیت	۱۹	۲۳	شبہات و غلط فہمیاں	۸
۶۳	چھٹی اور ساتویں آیتیں سورہ بقرہ	۲۰	۲۶	سود اور تجارتی سودی فرق	۹
۶۵	آٹھویں آیت (سورہ روم)	۲۱	۲۷	نزدول قرآن کے وقت کا سود	۱۰
۶۸	چہل حدیث متعلقہ حومت ربا	۲۲	۳۰	آیات قرآن متعلقہ احکام ربا	۱۱
۹۹	ضمیمہ متعلق ص ۳۱	۲۳	۳۳	بیع و ربا میں بنیادی فرق	۱۲

فہرست حصہ دوم

تجارتی سود عقل اور شرع کی روشنی میں

۱۲۲	(۱۷) تجارتی سود رضامندی کا سود ہے؟	۱۰۱	حرف آغاز	(۱)
۱۲۶	(۱۳) کیا روایات اسکی تائید ہوتی ہے	۱۰۳	فقہی دلائل	(۲)
۱۲۹	(۱۴) تجارتی سود اور اجارہ		کیا تجارتی سود ہمد رسات	(۳)
۱۳۰	(۱۵) بیع سلم اور تجارتی سود	۱۰۶	میں رائج تھا؟	
۱۳۱	(۱۶) مدت کی قیمت	۱۰۸	ایک بہت واضح دلیل	(۴)
۱۳۵	(۱۷) چند ضمنی دلائل	۱۱۰	ایک اور دلیل	(۵)
۱۳۶	(۱۸) نقصانات	۱۱۱	حضرت زبیر بن عوام	(۶)
"	(۱۹) اخلاقی نقصانات	۱۱۳	پانچویں شہادت	(۷)
	(۲۰) معاشی اور	"	ہند بنت عقیہ کا واقعہ	(۸)
۱۳۹	اقتصادی نقصانات	۱۱۴	حضرت ابن عمر کا واقعہ	(۹)
۱۴۲	(۲۱) جدید بینکنگ	۱۱۵	دوسرا گروہ	(۱۰)
	(۲۲) ایک اور ضمنی	"	کیا تجارتی سود میں ظلم نہیں؟	(۱۱)
۱۴۸	دلیل	۱۲۰	سیر اور محنت شریک کا اسلامی تصور	(۱۲)

حصہ اول

مسئلہ سود

از: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع شفیق صاحب

حصہ دوم

تجارتی سود

حَقْلے اور شَرَع کے رُوشنۂ میرے

مولانا محمد تقی عثمانی

دیباچہ طبع سوم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم العالی کا رسالہ
 ”مسئلہ سود“، بحمد اللہ بہت مقبول ہوا، اور ہر طبقے میں
 ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا گیا۔ پچھلے دو سال سے یہ رسالہ
 نایاب ہو چکا تھا اور ہر طرے سے مانگ مسلسل آ رہی تھی، اب
 حضرت مصنف مدظلہم نے رسالہ پر نظر ثانی فرما کر کہیں کہیں
 ترمیم و اضافہ بھی فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کتابچہ
 میں برادر عزیز مولانا محمد تقی عثمانی سلمہ کا ایک مقالہ جو تجارتی
 سود سے متعلق ہے مزید شامل کر دیا گیا ہے، جس میں
 تجارتی سود کی حلت سے متعلق اہل تجدد کے مسائل و
 کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی
 بارگاہ میں قبول فرمائے (آئینے)

(۲۳ محرم ۱۳۹۰ھ)

محمد رفیع عثمانی

سَبَّابًا تَقْبَلُ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا
اللَّهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَسَيِّدِ أَنْبِيَائِهِ مُحَمَّدٍ رَسُولِ
اللَّهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ وَالآلَاءُ -

اسلام میں سود و ربوہ کی حرمت کوئی مخفی چیز نہیں کہ اس کے لئے رسالے یا
کتابیں لکھی جائیں جو شخص کسی مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہے وہ اتنا ضرور جانتا ہے
کہ اسلام میں سود حرام ہے بلکہ اس اجمالی حقیقت سے تو غیر مسلم تک ناواقف نہیں اور
یہ بھی معلوم ہے کہ سود خواری کا طریقہ کوئی دنیا میں آج پیدا نہیں ہوا۔ اسلام سے
پہلے جاہلیت میں بھی اس کا سلسلہ جاری تھا، قریش مکہ، یہود مدینہ میں اس کا عام
روج تھا، اور ان میں صرف شخصی اور صرف ضرورتوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تجارتی مقاصد
کے لئے بھی سود کا لین دین جاری تھا۔ ہاں نئی بات جو آٹھویں صدی کے اندر
پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ جب سے یورپ کے بنیے دنیا میں برسرِ اقتدار آئے تو انہوں
نے ہاجنوں اور یہودیوں کے سودی کاروبار کو نئی نئی شکلیں اور نئے نام دیئے اور
اس کو ایسا عام کر دیا کہ آج اس کو معاشیات و اقتصادیات اور تجارت کے لئے
ریڑھ کی ہڈی سمجھا جانے لگا اور سطحی نظروں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ آج کوئی تجارت
یا صنعت یا اور کوئی معاشی نظام بغیر سود کے چل ہی نہیں سکتا۔ اگرچہ فن کے جاننے
والے اور ماحول کی تقلید و اتباع سے ذرا بلند ہو کر وسیع نظر سے معاملات کا جائزہ لینے

دلے اہل یورپ ہی کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ سود معاشیات کے لئے ریڑھ کی ہڈی نہیں بلکہ ایک کھڑا ہے جو ریڑھ کی ہڈی میں لگ گیا ہے جب تک اس کو نہ نکالا جائے گا، دنیا کی معاشیات اعتدال پر نہ آسکیں گی۔ یہ قول کسی تالا کا نہیں بلکہ یورپ کے ایک مشہور محقق دامبر کا ہے۔

ہاں اس میں شبہ نہیں کہ آج دنیا میں مشرق سے مغرب تک تمام تجارتوں میں سود کا جال اس طرح بچھا دیا گیا ہے کہ آحاد و افراد کیا کوئی جماعت بل کر بھی اس سے نکلنا چاہے تو تجارت چھوڑنے یا نقصان اٹھانے کے سوا کچھ ہاتھ آنا مشکل ہے اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ عام تاجروں نے اب یہ سوچنا بھی چھوڑ دیا ہے کہ سود جو حرام ترین چیز اور بدترین سرمایہ ہے اس سے کس طرح نجات حاصل کریں، عام بے فحی مسلمانوں کا تو ذکر کیا وہ دین دار پر میزگار مسلمان تاجر جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں شریعت کے پورے متبع، تہجد گزار اور ذکر اللہ میں مشغول رہنے والے ہیں، وہ رات کو تہجد و نوافل اور ذکر و فکر کا شغل رکھتے ہیں تو صبح دکان پر پہنچ کر ان میں اور ایک بنیے یا یہودی تاجر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اس کے معاملات اور بیع و شراء اور آمدنی کے کل ذرائع وہی ہوتے ہیں جو یہودی تاجر یا بنیے استعمال کرتے ہیں اور یہ ابتدائی مجبوری ایک انتہائی غفلت تک پہنچ گئی کہ اب معاملات میں حلال و حرام کا تذکرہ بیوقوفی یا آج کل کے جدت پسندوں کی اصطلاح میں نرمی ملائیت کہلاتا ہے اور دوسری طرف علم دین سے عام غفلت نے یہ عالم کر دیا کہ شاید اب بہت سے مسلمان ایسے بھی ہوں جن کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ سودی معاملات اسلام میں حرام ہیں اور سود کی نئی نئی شکلیں نکلنے کے باعث یہ مرض تو عام ہو گیا کہ بہت سے مسلمانوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ فلاں معاملہ سودی ہونے

کی وجہ سے حرام ہے فلاں میں قمار حرام پایا جاتا ہے۔ ان میں بہت سے ایسے معاملات بھی ہیں جن کی مردہ شکل سود و ربا پر مشتمل ہے، لیکن اگر بازار دلے چاہیں تو اس کو آسانی کے ساتھ ایسے معاملے کی صورت میں بدل سکتے ہیں جو سود سے خالی ہو، اگر وہ کم از کم ایسے نجی معاملات ہی کو درست کر لیں تو سود کی لغت سے اگر کلی نجات نہ ملے تو کم از کم تغلیل تو ہو، اور مسلمان ہونے کا یہ ادنیٰ تقاضا تو پورا ہو کہ وہ مقدمہ بھر حرام سے بچنے کی فکر میں رہے۔ اسلام میں بہت سی چیزیں حرام ہیں۔ لیکن سود کے معاملے میں جو عید شدید قرآن کریم میں آئی کہ سود کا لین دین گویا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان جنگ کی ایسی عید کسی دور سے گناہ پر نہیں آئی۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں کی تقریباً کل تجارت مسلمانوں کے ہاتھ آگئی ہے۔

میں ۱۹۶۶ء اور ۱۹۶۸ء کے وسط میں پاکستان کراچی منتقل ہوا تو دیکھا کہ جہاں ہمارے عام تاجر اور ہزاروں سوداگر حلال و حرام اور سود قمار کی بحث سے یکسر غافل ہیں، انہیں اس کی فکر نہیں کہ کوئی معاملہ حرام ہو گیا یا حلال، وہیں خال خال کچھ ایسے دین دار لوگ بھی ہیں، جن کو حلال و حرام کی فکر ہے، وہ اپنے کاروبار میں شریعت اسلامی کے احکام معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حضرات کے زبانی اور تحریری سوالات کا ایک سلسلہ رہا۔ جس کے جواب میں عموماً یہ رکھا اور کہا جاتا رہا کہ فلاں معاملہ سوویا قمار ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور بہت سے معاملات میں ابتلا عام پر نظر کر کے ان معاملات کی ایسی متبادل صورتیں بھی غور و فکر کے بعد لکھی گئیں جن سے اصل معاملات کا مقصد حاصل ہو جائے۔ اور اس میں سود و قمار نہ رہے، لیکن کوئی فرد یا چند افراد تنہا چاہیں کہ ان پر عمل کریں اور سارا بازار سود خواری پر تیار ہے، تو ظاہر ہے کہ ان صورتوں پر عمل نہیں ہو سکتا، ان صورتوں کو

رواج دینے کے لئے ضروری ہے کہ تجارت کی کوئی معتد بہ جماعت اس کا عزم اور معاہدہ کرے۔ اس لئے میری یہ ساری کوششیں تحریری اور زبانی اس لئے بیکار رہتی تھی کہ سوال کرنے والے چند افراد بازار کے رخ اور معاملات کی صورتوں کو نہیں بدل سکتے تھے، تا آنکہ تجارت کراچی میں سے اللہ کے چند صالح بندے اس کام کے لئے جمع ہوئے کہ سوڈ چھوڑنے اور چھڑانے کے لئے اپنی مقدور بھراجماعی کوشش کریں اور اس کے لئے تدبیریں سوچیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ آج کل جس طرح سے سوڈی کاروبار نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اس سے خلاصی حاصل کرنے کی مشکل اور موثر صورت تو جہی ہو سکتی ہے جبکہ کوئی با اختیار حکومت سوڈ کی دینی اور معاشرتی خرابیوں کا پورا احساس کر کے اس کے سدباب کا عزم کرے اور اس کی راہ میں جو مشکلات ہیں اپنے پورے ذرائع سے ان کا مقابلہ کرے۔ بے چارے عوام یا ان کی کوئی جماعت اس کام کو مکمل طور پر نہیں کر سکتی، لیکن قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوڈ پر انتہائی وعیدیں فرمائی ہیں، جو کسی دوسرے گناہ پر نہیں آتیں کہ سوڈی کاروبار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا ہے، اس کے پیش

مکھ - ابتداءً جو حضرات اس کام کے لئے جمع ہوئے ان سے اسلئے گرامی درج ذیل ہیں، بلند میں اور بھی بہت سے حضرات نے شرکت فرمائی (۱) جناب حاجی محمد یوسف صاحب مالک سٹیٹسٹیل مل کراچی (۲) حاجی محمد ابوکر اسماعیل صاحب جیل ریڈنگ کپنی کراچی (۳) حاجی محمد شریف صاحب مالک سٹیٹسٹیل کپنی کراچی (۴) حاجی محمود صاحب کیتھ کراچی (۵) حاجی محمد یوسف صاحب تاج ریسٹورنٹ کراچی (۶) حاجی محمد یوسف صاحب سوداگر پارچہ کراچی (۷) حاجی محمد یوسف صاحب برش مرکنٹائل کراچی (۸) حاجی احمد بھائی کاغذی کراچی (۹) حاجی عبداللہ بھائی بولٹن مارکیٹ کراچی (۱۰) مولوی محمد یوسف محلہ صاحب کراچی۔

نظر کسی مسلمان کے لئے اس کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ اس شدید حرام کے دنیا میں پہلے جانے کے عذر کا سہارا لے کر اپنی مقدور بھر کوشش بھی چھوڑ بیٹھے، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ مقدور بھر اس سے خلاصی کی تدبیر میں لگا رہے اور اس کی کوشش کرے کہ اگر وہ دنیا کے بازاروں سے سودی کاروبار کو ختم نہیں کر سکتا تو کم از کم اس کے کم کرنے کی جدوجہد میں لگا رہے۔ کامیابی ہو یا نہ ہو۔ بازاروں اور تجارتی حلقوں کا رخ بدنانہ تو اپنے قبضہ میں نہیں، لیکن اس راستے میں اپنی مقدور صحت کرنے کی نیت سے بنام خدا تعالیٰ پہلے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ جس میں ربا (سود) کی شرعی تعریف اور اس کے اقسام کے متعلق قرآن و حدیث کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ کم از کم علمی اور فکری غلطی سے تو نجات حاصل ہو سکے۔ اور ارادہ یہ ہے کہ اس کے بعد معاشرتی حیثیت سے معاشیات ہی کے اصول پر سود کی نامعقولیت اور تباہ کن اثرات کا بیان کیا جائے۔ اور بلا سود بینکاری کے نظام کا ایک خاکہ شرعی اور فقہی اصول کے مطابق پیش کیا جائے۔

نیز ”بیمہ زندگی“، ”پرائیویٹ فنڈز کی شرعی حیثیت اور قمار (جوئے) کے ضروری احکام و مسائل اور رائج الوقت معاملات جن میں سود یا قمار شامل ہے اور ان کی تفصیل اور ان میں سود قمار سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر ممکن ہو تو اس کا بیان مختلف حصوں اور رسالوں کی صورت میں کیا جائے۔

الحمد للہ اس رسالہ کی طبع ثانی کے وقت مذکورہ مسائل پر مندرجہ ذیل رسائل تیار ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض شائع ہو چکے ہیں اور بعض زیر طبع ہیں۔ تقسیم دولت کا اسلامی نظام جس میں معاشیات کے اس بنیادی مسئلے کا تجربہ کر کے سود کی نامعقولیت اور تباہ کن اثرات کا بیان ہے۔

بلا سوڈ بیٹکاری جس میں فقہ اسلامی کی رو سے ایک ایسا نظام پیش کیا گیا ہے جس پر جائز اور نفع بخش طریق سے بینکاری کا نظام چلایا جا سکتا ہے جس کو بینکنگ کے ماہرین نے قابل عمل تسلیم کیا ہے۔

بیہ زندگی، پراویٹنٹ فنڈ، احکام قمار اور اسلامی نظام میں معاشری اصلاحات کیا جوں گی؟

ان رسائل کا مقصد

عین اس وقت جب کہ میں اس رسالہ کی تصنیف کا عزم کر کے کافی محنت برداشت کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں، یہ بات میری نظروں سے اوجھل نہیں کہ دین اور احکام دین سے عام غفلت کے دور میں اگر ہم نے کوئی ایسا رسالہ لکھ ہی دیا تو وہ تقارخانہ میں طوطی کی صدا کے سوا کیا ہو سکتا ہے، اور اس سے ہمارے بازاروں کی اصلاح میں کیا مدد مل سکتی ہے اور آج کل کے ہوشیار دانشمندیوں کی طرف سے اس کے صلے میں جو بیوقوفی اور سادہ لوحی کے القاب کا انعام ملے گا، وہ مزید برآں یہ خیالات سامنے آکر بار بار قلم کو روکنے اور ہمت کو پست کرنے لگتے ہیں۔

لیکن چند روشن فوائد بحمد اللہ ان سب دوسروں پر غالب ہیں اور ان ہی کے لئے

بعونہ تعالیٰ یہ رسالہ لکھا جا رہا ہے۔

۱۔ اول۔ مسلمانوں کو ایک حرام چیز کا حرام اور دنیا و آخرت کے لئے وبال عظیم ہونا

معلوم ہو کر کم از کم ان کا علم صحیح ہو جائے اور یہ خود ایک بڑا فائدہ ہے کہ باری اپنی بیماری سمجھنے

لگے تو شاید کسی وقت علاج کی طرف بھی توجہ ہو جائے۔ ہر مسئلہ کے متعلق مسلمان پر دو فرض عائد ہیں۔ پہلے اس کا علم قرآن و سنت ہی سے حاصل کرنا، دوسرے اس کے مطابق عمل کرنا، اگر غفلت یا کسی معاشرتی مجبوری سے ایک آدمی گناہ میں مبتلا ہے تو کم از کم ایسا تو نہ رہے کہ اس گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے اور اس طرح ایک گناہ کے دو گناہ بنالے، ایک طبعی، دوسرا عملی، اور ایک گناہ گار جب اپنے آپ کو گناہ گار سمجھے اور اس کا استحضار بھی ہو جائے تو اس کو کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق ہو جانا بعید نہیں۔

دوہم۔ یہ کہ کسی بے فکرے بیمار کو اس کی بیماری بتلا دینے کا یہ نتیجہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ علاج کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس طرح مسلمان کو جب کسی کام کا انجام بد اور وبال آخرت معلوم ہو جائے تو کسی نہ کسی وقت اس سے اُسے بچنے کا کم از کم خیال تو آئے گا اور یہ خیال بعض اوقات عزم کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو تمام مشکلات کے پہاڑوں کو راہ سے ہٹا دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

سوم۔ اسلام کا قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے کہ دنیا پر کیسے ہی رودائیں، کتنی ہی جہالت اور غفلت عام ہو جائے، حتیٰ پر ناقم رہنا کتنا ہی مشکل ہو جائے لیکن ہر دور میں کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ساری مشکلات کا مقابلہ کر کے دین کی صحیح راہ پر قائم رہتے ہیں، ان کے لئے بہر حال یہ سارا ایک مشعل راہ ہوگا۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌّ :

لیکن یہ فوائد بھی محض کتاب لکھ دینے یا شاپ دینے سے عام مسلمانوں سے اپیل اس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے جب تک کہ عام مسلمان خصوصاً تجارت پیشہ حضرات اس کو عام کرنے اور ہر مسلمان تاجر تک پہنچانے میں تعاون نہ کریں، اس لئے ضروری ہے کہ جو حضرات اس فریضہ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں اس کام کو تبلیغ دین کا اہم مقصد قرار دے کر اس میں پوری توجہ دیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَلْعَمَلُ لِلّٰهِ وَكُنْفَى وَمَسْأَلَةٌ عَلٰی عِبَادَةِ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی .

ربا کی تعریف اور سودِ ربا میں فرق !

قرآن حکیم میں جس چیز کو بلفظ ربا حرام قرار دیا ہے اس کا ترجمہ اردو زبان کی تنگ دامنی کے باعث عام طور پر لفظ سود سے کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ربا اور سود دونوں عربی اور اردو میں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں بلکہ ربا ایک عام اور وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مروجہ سود بھی اسی کی ایک قسم یا فرد کی حیثیت میں ہے۔ مروجہ سود ایک معین مقدارِ روپیہ معین میعاد کے لئے ادھار دے کر معین شرح کے ساتھ نفع یا زیادتی لینے کا نام ہے، اور بلاشبہ یہ بھی ربا کی تعریف میں داخل ہے مگر ربا اس میں منحصر نہیں اس کا مفہوم اس سے زیادہ وسیع ہے، اس میں بہت سے وہ معاملات بیع و شرا بھی داخل ہیں جن میں ادھار کا لین دین قطعاً نہیں۔

زمانہ جاہلیت میں بھی عموماً ربا صرن اسی کو کہتے اور سمجھتے تھے جس کو آج سود کہا جاتا ہے یعنی ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ زیادتی یا نفع لینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کے معنی کی وسعت بیان فرما کر بہت سی ایسی صورتوں کو بھی ربا قرار دیا جن میں ادھار کا معاملہ نہیں،

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ربا کے معنی لغت کے اعتبار سے زیادتی، بڑھوتری، بلندی کے آتے ہیں اور ربا کے لغوی اور اصطلاحی معنی اسلحہ شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو بغیر کسی الی معاوضہ کے حاصل کی جائے

الرَّبَا فِي اللُّغَةِ الزِّيَادَةُ وَالْمَوْلُودُ فِي الْآيَةِ عَلَى زِيَادَةٍ لَا يَقَابِلُهَا عَوْنُ (احكام القرآن ابن العربي)
 اس میں وہ زیادتی بھی داخل ہے جو روپیہ کو ادھار دینے پر حاصل کی جائے کیونکہ
 مال کے معاوضہ میں تو اس المال پورا مل جاتا ہے جو زیادتی بنام سود یا انٹرسٹ "لی جاتی ہے
 وہ بے معاوضہ ہے اور بیع و شراہ کی وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہیں جن میں کوئی زیادتی
 بلا معاوضہ حاصل کی جائے جس کی تفصیل اس رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر جاہلیت
 عرب کے زمانہ میں لفظ ربا صرف پہلی قسم کے لئے بولا جاتا تھا، دوسری اقسام کو وہ ربا
 میں داخل نہ سمجھتے تھے۔

اس ربا کی مختلف صورتیں مختلف خطوں میں رائج تھیں، عرب میں اس کا اکثر
 رواج اس طرح تھا کہ ایک معین رقم معین مدت کے لئے معین مقدار سود پر دے دی جاتی
 تھی۔ قرض خواہ نے اگر میعاد مقررہ پر واپس کر دی تو مقررہ سود لے کر معاملہ ختم ہو گیا،
 اور اگر اس وقت واپس نہ کر سکا تو آئندہ کے لئے مزید سود کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ بہر حال
 ربا کی حقیقت جو نزول قرآن سے پہلے بھی سمجھی جاتی تھی یہ تھی کہ قرض دے کر اس پر نفع
 لیا جائے۔ ربا کی یہ تعریف ایک حدیث میں بھی ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے :-
 كُلُّ قَرْضٍ جَوَّ مِنْفَعَةً فَهُوَ رِبَاٌ یعنی جو قرض کچھ نفع کھائے وہ ربا ہے۔

یہ حدیث علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کی۔ اور فیض القدر شرح جامع صغیر
 میں اگرچہ اس کی سند پر جرح کی ہے اسناد کو ضعیف بتلایا ہے لیکن اس کی دوسری شرح
 سراج المیزین عن یزیدی نے اس کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ قال الشيخ حمید بن حسن لعین
 یعنی یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، کیوں کہ دوسری روایات و آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔
 بہر حال یہ روایت محدثین کے نزدیک صالح لفظ ہے۔ اس لئے اس کو استدلال میں پیش

ربا کی دوسری قسم یہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ
بِالْفِضَّةِ وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ
بِالشَّعِيرِ وَالْتَمْرُ بِالْتَمْرِ وَالْمِلْحُ
مِثْلًا مِثْلٍ يَدَّ ابْسِدَ فَمَنْ
زَادَ وَاسْتَزَادَ فَقَدْ آدَى
الْأَهْدَى وَالْمُعْطَى فِيهِ سَوَاءٌ
(بخاری عن ابی سعید)

سونا سونے کے محلے چاندی، چاندی کے
بدلے اور گندم، گندم کے بدلے اور نمک
نمک کے بدلے میں اگر لیا اور دیا جائے تو ان کا لین
دین برابر برابر دست بردست ہونا چاہیے اس میں
کمی بیشی ریا ادھار، ربا کے حکم میں ہے جس
کے گناہ میں لینے والا اور دینے والا برابر ہیں۔

یہ حدیث نہایت صحیح اور قوی اسانید کے ساتھ تمام کتب حدیث میں بعنوانات مختلفہ منقول و مشہور ہے۔ اس حدیث سے ایک نئی قسم کا ربا کے حکم میں داخل ہونا معلوم ہوا کہ، چھ چیزیں جن کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے۔ اگر ان چیزوں کا باہمی تبادلہ اور بیع کی جائے تو اس میں کمی بیشی کرنا بھی ربا ہے اور ادھار کرنا بھی ربا ہے، خواہ اس ادھار میں مقدار کی کوئی زیادتی نہ ہو بلکہ برابر لیا دیا جائے۔ چونکہ ربا کا مشہور اور متعارف مفہوم قرض دے کر اس پر نفع لینا تھا۔ وہ سب صحابہ کرام نے پہلے ہی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، مگر ربا کی یہ قسم جو حدیث میں بیان کی گئی حضور کے بیان سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جیسے امام اور فقیہ صحابی کو بھی شروع میں جب تک حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس روایت کا علم نہ تھا جو ادھر نقل کی گئی ہے۔ تو اس قسم ربا کے حرام ہونے کے قائل نہ تھے (کما راہ مسلم) پھر جب حضرت ابوسعیدؓ نے یہ روایت ابن عباسؓ کو سنائی تو انہوں نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کیا اور اپنی غلطی پر استغفار

فرمایا (نیل الاوطار بروایت حاکم)

ربو اکی تشریح کیمتعلق حضرت فاروق عظیم کا ارشاد جس کی تفصیلات کے

تبعین میں حضرت فاروق عظیم رضی اللہ عنہ کو اشکال پیش آیا، کیوں کہ حدیث میں صرت چھ چیزوں کا نام لے کر ان میں محمی بیشی اور ادھار کو حکم ربو اقرار دیا گیا ہے مگر الفاظ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ یہ حکم صرت انھیں چھ چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا کسی ضابطہ کے تحت اور چیزیں بھی اس میں داخل ہیں اور چونکہ آیات ربو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر میں نازل ہوئیں اس کے متعلق حدیث مذکور کی مزید تشریح کو آپ سے دریافت کرنے کا کسی کو اتفاق نہ ہوا۔ اس لئے حضرت فاروق عظیم رضی اللہ عنہ نے اس پر اظہار انوس فرمایا کہ کاش ہم نے آپ سے اس کی پوری تشریح کر لی ہوتی اسی کے ساتھ اور بھی چند مسائل جن میں ابہام باقی رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی تشریح معلوم کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان پر بھی اسی سلسلہ میں اظہار انوس فرمایا، فاروق عظیم کے الفاظ یہ ہیں:-

تین مسائل ایسے ہیں کہ مجھے یہ تمنا رہ گئی کہ
کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
میں ہم سے مزید تشریحات بیان فرمادیتے
دوسلے تو فرانس میراث کے ہیں، (یعنی)
دادا اور کلالہ کی میراث اور میسر مسئلہ
ربو ا کے بعض ابواب واقسام کی تشریح۔

ثَلَاثٌ وَكِدْتُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدَ الْإِنْسَانِ
فِيهِمْ عَهْدُ الْجَدِّ وَالْكَلاَلَةِ
وَالْبُؤَابِ مِنَ الْبُؤَابِ السَّرْبِوَا
(رَبِّي كَشَّيْرٌ فِي التَّفْسِيرِ وَرَبِّي عَاجِزٌ
وَإِنْ مَرَدُّوِيَه)



فاروق عظیمؓ کے اس ارشاد میں ابواب ربوا سے یہی تشریحات مراد ہیں کہ یہ حکم ان چھتہ چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ چیزیں بطور مثال کے بیان فرمائی ہیں اور دوسری کچھ اشیا بھی اسی حکم میں داخل ہیں اور اگر دوسری اجناس بھی داخل ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے ائمہ مجتہدین ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چیزوں کا ایک ضابطہ بتایا اور دوسری اشیا کو بھی اسی ضابطہ کے ماتحت اس حکم میں داخل قرار دیا جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور معروف و حاصل یہ ہے کہ قرض و ادھار پر نفع لینا تو ربوا کا مفہوم پہلے سے معلوم و مشہور تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں بیع و شراہ کی بعض صورتوں کا بھی حکم ربوا ہونا معلوم ہوا۔

اسی لئے عام طور پر علمائے کبار نے لکھا ہے کہ ربوا کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کو ربانسیہ اور رباجاہلیت کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو ربانقذیا ربالبیع یا ربالفصل کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے اور چونکہ پہلی قسم خود الفاظ قرآن سے قبل بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واضح تھی۔ اس لئے بعض فقہاء نے اس قسم کو ربالقرآن کے نام سے بھی موسوم کیا اور دوسری قسم چونکہ محض الفاظ قرآن سے نہیں سمجھی گئی، بلکہ بیان رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے معلوم ہوئی اس کو رباجاہلیت کہا گیا۔

ادپر بتلایا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کا اصطلاحی ربوا اس زیادتی **رباجاہلیت کیا تھا؟** کا نام تھا جو قرض کی مہلت کے بدلے میں میلوں سے لی جاتی

لے حضرت فاروق عظیمؓ نے خود ایک خطبہ میں اس کا اعلان فرمایا ہے کہ مسئلہ ربوا کی تشریحات معلوم نہ ہونے سے ان کا کیا مطلب اس خطبہ کے الفاظ اسی کتاب کے آخر میں حدیث ۲۴۴ ملاحظہ ہو۔

تھی اس کے ثواب و عمارت لغت ان کے تفسیر و حدیث کے حوالوں سے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) لسان العرب جو لغت عرب کی نہایت مستند کتاب ہے۔

الرِّبَا رِبْوَانٌ وَالْحَوَامُّ كُلُّ قَرْضٍ
يُوْخَذُ مِنْهُ أَكْثَرُ مِنْهُ أَوْ يُجَبَّرُ
بِهِ مَنَّفَعَةٌ ۖ

ربا کی دو تہیں ہیں اور حرام ہر وہ قرض ہے
جن پر کچھ زیادہ لیا جائے یا قرض سے
کوئی منفعت حاصل کی جائے۔

(۲) نہایہ ابن اثیر جو خاص لغت حدیث کی شرح کے لئے نہایت مستند مسلم ہے۔

تَكَوَّرَ ذِكْرُ الرِّبَا فِي الْحَدِيثِ
وَالْأَصْلُ فِيهِ الرِّبَا دَخَّ
عَلَى رَأْسِ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ عَقْدٍ
تَبَايَعٌ ۖ

ربا کا ذکر احادیث میں بار بار آیا ہے اور
اصل اس میں یہ ہے کہ بغیر عقد بیع کے
راس المال پر کوئی زیادتی لیتا اس کا
نام ربا ہے۔

(۳) تفسیر ابن جریر طبری جو اُمّ التفسیر سمجھی جاتی ہے اس میں ہے :-

وَحَرْمَةُ الرِّبَا بِعَنْ الرِّبَا دَخَّ
الَّذِي يُزَادُ حُرُوبَ الْمَالِ بِسَبَبِ
رِبَا دَخَّ غَرِيْبُهُ فِي الْأَجَلِ
وَتَا حَيْثُ يَدِينُهُ عَلَيْهِ ۖ

ربا حرام ہے۔ ربا سے مراد وہ زیادتی ہے
جو مال والے کو لیتی ہے اس لئے کہ اس کے
قرض دار نے مچادیں زیادتی کر کے ادائیگی
قرض میں دیر کر دی۔

(۴) تفسیر مظہری حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح میں ہے :-

الرِّبْوَانُ فِي اللُّغَةِ الرِّبَا دَخَّ قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى وَ يُزِي فِي الصَّدَقَاتِ وَ
الْمَعْنَى أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الرِّبَا دَخَّ

ربا کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے
قرآن میں یوسفی الصدقات و
اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور

معنی حرمت رہا کہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
قرض میں دیتے ہوئے مال سے زائد لینے کو حرام قرار دیا

فِي الْقَرْضِ عَلَى الْقَدْرِ
الْمَدْفُوعِ ۝

(۵) تفسیر کبیر امام رازی

سمجھ لو کہ ربوایا دو قسمیں ہیں ایک ادھار کا
ربوایا دوسرے نقد پر زیادتی کا رہا۔ پھر
ادھار کا رہا وہی ہے جو زمانہ جاہلیت سے
مشہور و متعارف چلا آئے ہے جس کی صورت
یہ ہے کہ یہ لوگ اپنا روپیہ ادھار پر اس شرط
سے دیتے کہ اتنا روپیہ اس کا ماہوار سود
دینا ہوگا، اور اس المال پر ستور باقی رہے
گا، پھر جب قرض کی میعاد پوری ہو جاتی تو
وہ قرض دار سے اپنا اس المال طلب کرتے
اگر قرض دار اس وقت ادا کرنے سے منکر
کرتا تو وہ میعاد میں اور زیادتی کر دیتے
اور اس کا سود بڑھا دیتے تھے۔ رہا کہ یہ
نہم زمانہ جاہلیت میں زبائح معنی اور بال نقد
اور جس کا بیعان حدیث میں آیا ہے ایہ ہے
کہ گنہوں کے ایک سے بدلہ میں دوسرا دیا جاتا
اور اسی طرح دوسری اشیا۔

أَعْلَمَ أَنَّ الرِّبَا قِسْمَانِ
وَبِأَلْسِنَتِهِمْ وَرَبَا الْفَضْلِ
أَمَّا رِبَا النَّسِئَةِ فَهَلَا الْأَمْرُ
الَّذِي كَانَ مَشْهُورًا مَتَعَارَفًا
فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا
يَدْفَعُونَ الْمَالَ عَلَى أَنْ يَأْخُذُوا
كُلَّ شَهْرٍ قَدْرًا مَعِينًا وَيَكُونُ
رَأْسُ الْمَالِ بَاقِيًا ثُمَّ إِذَا هَلَكَ
الَّذِينَ طَالَبُوا الْمَدْفُوعِينَ بِرَأْسِ
الْمَالِ فَإِنَّ تَعَدُّدَ عَلَيْهِ الْأَدَاءُ
زَادَ وَفِي الْحَقِّ وَالْأَجَلِ فَهَذَا
هُوَ الرِّبَا الَّذِي كَانُوا فِيهِ
الْجَاهِلِيَّةُ يَتَعَا مَلُونِ بِهِ وَأَمَّا
رِبَا النَّقْدِ فَهَلَا يَسْبَغُ
مِنَ الْحِنِطَةِ بِمَنْوِينَ مِنْهَا وَمَا
أَشْبَهَ ذَلِكَ

(۶) احکام القرآن ابن العری ابن العری

لفظ رباعرب میں مشہور و معروف تھا اور
جس شخص نے یہ خیال کیا کہ آیت مجمل ہے
اس نے شریعت کے قطعی مقاصد کو نہیں
سمجھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو
ایک ایسی قوم کی طرف بھیجا جس میں خود بھی
داخل تھے اور انہیں کی زبان میں بھیجا اور اپنی
کتاب بھی ان کی زبان میں اتاری، تاکہ ان
کے لئے آسان ہو جائے۔ اور ربانیت رب
میں زیادتی کو کہتے ہیں اور مراد وہ زیادتی ہے جس
کے مقابل میں الی عوض نہ ہو جیسے قرض زیادتی نہ

ذَكَانَ الرِّبَا عِنْدَهُمْ مَعْرُوفًا (الی)
أَنَّ مَنْ دَعَمَ أَنْ هَذِهِ الْآيَةُ مُجْمَلَةٌ
فَلَمْ يَفْهَمُوا مَقَاطِعَ الشَّرِيعَةِ
فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَرْسَلَ رَسُولَهُ
إِلَى قَوْمٍ هُوَ مِنْهُمْ بَلَّغَتْهُمْ وَأَنْزَلَ
عَلَيْهِ كِتَابَهُ تَيْسِيرًا مِّنْهُ
بِلِسَانِهِ وَلِيَسَّرَ لَهُمُ وَالرِّبَا فِي
اللُّغَةِ الزِّيَادَةُ وَالْمُرَادُ فِي الْآيَةِ كُلُّ
زِيَادَةٍ لَا يَتَابَلُهَا عَوَضٌ *

(۷) احکام القرآن ابو بکر جصاص حنفی۔

ربا کی ایک قسم وہ ہے جو بیع میں ہوتا ہے
دوسرا وہ جو بیع میں نہیں ہوتا اور یہی ربا
اہل جاہلیت میں جاری تھا جس کی حقیقت
یہ ہے کہ قرض کسی میعاد کے لئے اس شرط
پر دیا جائے کہ قرض لینے والا اس پر کچھ
زیادتی ادا کرے گا۔

فَبَيْنَ الرِّبَا مَا هُوَ بَيْعٌ
قَرْمِنُهُ مَا لَيْسَ بَيْعٌ وَهُوَ
رِبَا أَهْلِ السَّجَاةِ هَلِيبِيَّةٍ
وَهُوَ الْقَرْضُ الْمَشْرُوطُ فِيهِ
الرَّجُلُ وَزِيَادَةٌ مَسَالٍ عَلَى
الْمُسْتَقْرَضِ *



(۸) بدایۃ المجتہدین رشد المانی

رَبِّ الْجَاهِلِيَّةِ الَّذِي بُعِيَ عَنْهُ
وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَسْلِفُونَ
بِالزِّيَادَةِ فَيَنْظُرُونَ فَكَانُوا
يَقُولُونَ أَنْظِرْنِي أَذْذَكَ
هَذَا هُوَ الَّذِي عَنَّا بِقَوْلِهِ
فِي حُجَّةِ الْوُدَاعِ الْآيَاتِ
رَبِّ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ
قراردی ہے۔

مذکورہ صدر حوالوں سے یہ واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ لفظ رب ایک مخصوص معاملہ کے لئے عربی زبان میں نزول و تران سے پہلے سے متعارف چلا آتا تھا، اور پورے عرب میں اس معاملہ کا رواج تھا، وہ یہ کہ فرض دے کر اس پر کوئی نفع لیا جائے اور عرب صرت اسی کو رب کہتے اور سمجھتے تھے، اسی رب کو قرآن کریم نے حرام فرمایا۔ اور اسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں رب بالجاہلیۃ کے نام سے موسوم فرما کر باطل قرار دیا۔

تفسیر قرطبی میں ہے۔ وَذَلِكَ أَنَّ الْعَرَبَ لَا تَعْرِفُ رَبًّا إِلَّا ذَلِكَ (الی)
فَحَرَّمَ مَسْحَانَهُ ذَلِكَ وَدَعَا عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا
(شم قال) وَهَذَا الرَّبُّ هُوَ الَّذِي تَسَخَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهِ
يَوْمَ عَوْفَةَ الْإِنْسَانِ رَبًّا مَوْضُوعٌ۔ اس میں نہ کوئی ابہام تھا نہ اجمال نہ کسی کو اس کے
سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ایک منٹ کا تاثر یا تردد پیش آیا۔

البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باشاراتِ وحی الہی اس کے مفہوم میں اور چند معاملات کا اضافہ فرمایا، چھ چیزوں کی باہمی خرید و فروخت میں کبھی بیشی یا ادھار کرنے کو بھی رہا میں داخل قرار دیا، اسی لئے اس قسم کو ربا الحدیث یا ربا الفضل یا ربا النقد وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، یہ عربی لغت اور اہل جاہلیت کے متعارف مفہوم سے ایک زائد چیز تھی۔ اس کی تفصیلات بھی پوری تشریح کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی تھیں اسی لئے اس کی تشریحات میں حضرت فاروقِ عظیم اور صحابہ کرام کو کچھ ایسا پیش آئے اور بالآخر انہوں نے اپنے اجتہاد سے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے جس چیز میں سود کا شبہ اور شبابہ بھی محسوس کیا اس کو بھی ممنوع قرار دیدیا۔

فاروقِ عظیم کا ارشاد قد عَوَّالِ التَّيْبَةِ وَاللَّيْبَةِ یعنی سود کو بھی چھوڑ دو اور جس میں سود کا شبہ ہو اس کو بھی چھوڑ دو۔ اسی کے بارے میں آیا ہے۔

مسئلہ سود میں بعض لوگوں نے تو حضرت فاروقِ عظیم **شبہات اور غلط فہمیاں** رضی اللہ عنہ کے قول کو آڑ بنالیا جو سود کی اس خاص قسم کے بارے میں ارشاد ہوا تھا جس کا آج کل کے مزوجہ سود کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں یعنی چھ چیزوں کی باہمی بیع و فترار کا مسئلہ جیسا کہ آپ تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ انہوں نے اس قول کا یہ نتیجہ نکالا کہ ربوہ کی حقیقت ہی مبہم رہ گئی تھی۔ اس کے متعلق جو کچھ علماء فقہار نے لکھا وہ گویا صرف ان کا اجتہاد تھا۔ مگر میں وضاحت کے ساتھ لکھ چکا ہوں کہ حضرت فاروقِ عظیم کو صرف اس قسم ربوہ کے متعلق تردد پیش آیا جو قرآن کے الفاظ میں مصرح نہیں تھا، اور لغتِ عرب اور رسومِ عرب میں بھی اس کو ربوہ نہیں کہا جاتا تھا۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان نے اس کو مفہوم ربوہ میں داخل قرار دیا، وہ چھ چیزوں

کی آپس میں بیع و شرار کا معاملہ تھا۔

جو سود کی کل رائج ہے اور جس میں ساری بحث سے اس سے ان کے اس ارشاد کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا، اور ہو کیسے سکتا تھا جب کہ جاہلیت عرب سے اس کے معاملات رائج اور جاری تھے اور ابتداء اسلام میں جاری رہے۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اس کا کاروبار کرتی تھی اور اسی وجہ سے آپ کو حجۃ الوداع میں اس قرآنی فیصلہ کا اعلان کرنا پڑا کہ پچھلے زمانہ کے جو سودی معاملات آپس میں چل رہے ہیں، ان کے چکانے اور لینے دینے میں بھی صرف اس المال لیا اور یا جائے گا۔ سود و ربوہ کی رقم کا لین دین جائز نہ ہوگا۔

پھر اشیا ربہ کے سود کے متعلق جو حضرت عمرؓ کو انکال پیش آیا، وہ بھی اس میں نہیں کہ ان اشیا ربہ کے سود کو حرام سمجھے میں ان کو کوئی تردد نہ تھا، بلکہ انکال صرف یہ تھا کہ شاید یہ حکم اشیا ربہ تک محدود نہ ہو اور اشیا ربہ کا تذکرہ حدیث میں بطور مثال لایا گیا ہو۔ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ دوسری اشیا ربہ کی بیع و شرار میں بھی سود کی صورت پیدا ہو جائے اسی لئے جس روایت میں حضرت عمرؓ کا یہ قول منقول ہے کہ ہم ابواب ربوہ کی پوری تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کر سکے اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

فَدَعَا الرَّبْوَاءَ وَالرَّيْبِيَّةَ رِبْوَاهُ ابْنُ أَبِي الدَّرْدَاءِ يَعْنِي اس اشتباہ کا اثر مسلمانوں کے لئے یہ ہونا چاہیے کہ ربوہ کو تو چھوڑنا ہی ہے۔ جس چیز میں ربوہ کا شبہ بھی ہو جائے اس کو بھی چھوڑ دینا پھر یہ ارشاد صرف خیال کے درجہ میں نہیں رہا، بلکہ فاروق اعظمؓ نے اس احتیاط کو اپنا دستور العمل بنالیا تھا، جیسا کہ امام شافعیؒ نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے تو کہنا

تسعة اعشار الحلال فحاشة الربو اذ كره في الكنز بمز عبد الرحمن في الجامع

یعنی ہم نے نوے فی صدی معاملات کو حلال ہونے کے باوجود اس لئے چھوڑ دیا کہ ان میں سود کا خطرہ تھا۔ حیرت کا مقام ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا نتیجہ نہ نکالیں کہ مخصوص چیزوں کے علاوہ غیر مخصوص چیزوں میں بھی ایسے معاملات سے احتیاطاً پرہیز کریں، اور یہ حضرات ان کے اشکال کو مخصوص قسم سود سے ہٹا کر عام سود و ربا کی طرف یکسخت لے گئے پھر اس کا بھی نتیجہ نکالا کہ سرے سے ربا کی حرمت ہی ایک مشتبہ مسئلہ ہو گیا **إِنَّ اللَّهَ وَابْنَاهُ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔

دوسرا شبہ۔ شخصی سود اور تجارتی سود میں فرق

بہت سے لکھے پڑھے سنجیدہ لوگوں کو کبھی ایک شبہ میں مبتلا پایا، وہ یہ ہے کہ قرآن میں ربا اس خاص سود کے لئے آیا ہے جو قدیم زمانے میں رائج تھا کہ کوئی غریب مصیبت زدہ اپنی مصیبت میں کسی سے قرض لے وہ اس پر سود لگاتے جو بے تنگ نظم اور سخت دلی ہے کہ بھائی کی مصیبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آج کل کا رواج سود بالکل اس سے مختلف ہے۔ آج سود دینے والے مصیبت زدہ غریب نہیں بلکہ متمول سرمایہ دار تجارتی ہیں اور غریبان کو دینے کے بجائے ان سے سود وصول کرتا ہے۔ اس میں تو غریبوں کا فائدہ ہے۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں ربا کی مخالفت کا ذکر ایک جگہ نہیں، مختلف سورتوں کی سات آٹھ آیتوں میں آیا، اور چالیس سے زیادہ احادیث میں مختلف عزمان سے اس کی حرمت بیان کی گئی۔ ان میں سے کسی ایک جگہ کسی ایک لفظ میں بھی اس کا اشارہ موجود نہیں کہ یہ حرمت صرف اس ربا کی ہے جو شخصی اغراض کے لئے لیا دیا جاتا تھا۔ تجارتی سود اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر کسی کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم میں

سے کسی چیز کو محض اپنے خیال سے متشی کر دے یا عام ارشاد کو خاص کر دے یا مطلق کو
 بلا کسی دلیل شرعی کے متعین و محدود کر دے، یہ تو کبھی تحریف قرآن ہے۔ اگر خدا نخواستہ
 اس کا دروازہ کھلے تو پھر شراب کو بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ شراب حرام تھی جو شرابِ قہم کے
 برتنوں میں سڑا کر بنائی جاتی تھی اب تو صفائی ستھرائی کا اہتمام بے مشینوں سے سب کام
 ہوتے ہیں۔ یہ شراب اس حکم میں داخل ہی نہیں۔ قمار کی بھی جو صورت عرب میں رائج تھی
 جس کو قرآن کریم نے میسر اور ازالام کے نام سے حرام قرار دیا ہے۔ آج وہ قمار موجود ہی
 نہیں۔ آج تو لٹری کے ذریعہ بڑے بڑے کاروبار اس پر چلتے ہیں۔ مہمہ بازی کا کاروبار
 بڑے اخباروں، رسالوں کی روح بنا ہوا ہے تو کہا جائے گا، یہ اس قمارِ حرام میں
 داخل ہی نہیں، اور پھر تو زنا، فواحش، چوری، ڈاک، سبھی کی صورتیں کچھلی صورتوں سے
 بدلی ہوئی ملیں گی، سبھی کو جائز کہنا پڑے گا۔ اگر یہی مسلمانی ہے تو اسلام کا تو خاتمہ
 ہو جائے گا۔ اور جب محض چولہ بدلنے سے کسی شخص کی حیثیت نہیں بدلتی تو جو شراب
 نشہ لانے والی ہے وہ کسی پیرایہ اور کسی صورت میں جو بہر حال حرام ہے۔ جو اور قمار
 مروجہ معمول کی نظر فریب شکل میں ہو یا لٹری کی دوسری صورتوں میں بہر حال حرام ہے۔
 فحش و عریانی اور بدکاری قدیم طرز کے چٹکوں میں ہو یا جدید طرز کے کلبوں، ہٹلوں،
 سینماؤں وغیرہ میں جو بہر حال حرام ہے۔ اسی طرح سود و ربا یعنی قرض پر نفع لینا خواہ
 قدیم طرز کا ہاجنی سود ہو یا نئی قسم کا تجارتی اور بینکیوں کا، بہر حال حرام ہے۔

نزول قرآن کے وقت عرب میں تجارتی سود کا رواج تھا وہ بھی حرام قرار دیا گیا

اس کے علاوہ تاریخی طور سے مسئلہ ربوا پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ یہ نیاں بھی غلط ہے

کہ نزولِ قرآن کے زمانہ میں ربوا کی صورت رائج تھی کہ کوئی غریب آدمی اپنی شخصی مشکلات کے حل کے لئے سود پر قرض کا معاملہ کرے تجارت کے لئے سود پر روپیہ لینے دینے کا رواج نہ تھا بلکہ آیاتِ ربوا کا شانِ نزول دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حوتِ ربوا کا اصل نزول تجارتی سود ہی کے واقعہ میں ہوا ہے کیونکہ عرب اور بالخصوص قریش تجارت پیشہ حضرات تھے، اور عام طور پر تجارتی اغراض ہی کے لئے سود کا لین دین کرتے تھے۔ شرح بخاری عمدۃ القاری میں زید بن ارقم ابن جریج، مقاتل ابن حبان اور ہندی ائمہ تفسیر سے آیت **وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا آلَمَ** کے شانِ نزول کا یہ واقعہ نقل کیا ہے :-

قبیلہ بنو ثقیف کے خاندان بنی عمرو بن عمیر اور قبیلہ بنو مخزوم کے ایک خاندان بنو میسرہ کے آپس میں زمانہ جاہلیت سے سود کا لین دین چلا آتا تھا، ان میں سے بنو میسرہ مسلمان ہو گئے اور ۹ھ میں قبیلہ ثقیف جو طائف کے رہنے والے ہیں ان کا ایک وفد عمرو ابن عمیر وغیرہ کی قیادت میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا (البدایہ والنہاریہ لابن کثیر) مسلمان ہونے کے بعد آئندہ کے لئے سودی کاروبار سے توسب تا تب ہو چکے تھے، لیکن پچھلے معاملات کے سلسلے میں بنو ثقیف کے سود کی ایک بڑی رقم بنو میسرہ کے ذمہ واجب الادا تھی۔ انہوں نے اپنی رقم سود کا مطالبہ کیا۔ بنو میسرہ نے جواب دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد ہم سود ادا نہیں کریں گے، کیونکہ سود کا لینا جس طرح حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ یہ جھگڑا اکتیس پیش آیا تو مقدمہ عقاب ابن اسید کی عدالت میں

پیش ہوا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ کا امیر مقرر فرمایا تھا، اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے ساتھ تعلیم قرآن و سنت کے لئے مقرر کر دیا تھا، چوں کہ سابقہ معاملہ کی رقم سود کا مسئلہ قرآن میں صاف مذکور نہ تھا اس لئے حضرت عتاب بن اسید نے، اور روح المعانی کی روایت میں حضرت معاذؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ فیصلہ کیا گیا جائے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خط پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ آسمان سے سورۃ بقرہ کی دو مستعمل آیتوں میں نازل فرمایا۔ **وَذُرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا آلَمَنَ مِنْكُمْ** جن کا حاصل یہ ہے کہ حرمتِ ربا نازل ہونے سے پہلے جو سود لیا جا چکا ہے اس کی صفائی تو سورۃ بقرہ کی آیت (۲۴۵) میں پہلے ہی نازل ہو چکی تھی لیکن جو سود کی رقم اب تک کسی کے ذمہ واجب الادا باقی ہے، اس کا لینا اور دینا اب جائز نہیں۔ اب صرف اس المال لیا اور دیا جائے گا۔ اس کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید کو یہ جواب بھیجا کہ اب سود کی رقم لینا اور دینا جائز نہیں۔

آیات قرآن سن کر سب نے باتفاق رائے عرض کیا کہ ہم نے توبہ

کی۔ اب سود کی رقم کا مطالبہ نہ کریں گے (عمدة القاری ص ۱۱ جلد ۱۱)

یہ واقعہ تفسیر سحر محیط اور روح المعانی میں بھی کسی قدر فرق کے ساتھ مذکور ہے

اور تفسیر ابن جریر میں بروایت عکرمہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعض تاریخی اجزاء ابن

تیرہ کی کتاب البدایہ والنہایہ سے لئے گئے ہیں اور امام لغوی نے ان آیات کے نزول کے سلسلہ میں ایک دوسرا واقعہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؓ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا شرکت میں کاروبار تھا، اور ان کا لین دین طائف کے بنو ثقیف کے ساتھ تھا، حضرت عباسؓ کی ایک بھاری رقم بحساب سود بنو ثقیف کے ذمہ واجب الادا تھی، انہوں نے اپنی سابقہ رقم کا بنو ثقیف سے مطالبہ کیا، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرآنی کے ماتحت اپنے چچا حضرت عباسؓ کو اپنی اتنی بڑی رقم، سود چھوڑ دینے کا حکم دے دیا (تفسیر منہری بحوالہ لغوی و تفسیر درمنثور بحوالہ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم)

پھر اس فیصلہ کا اعلان سنہ ۳۱ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کے خطبہ میں اس

تفصیل کے ساتھ فرمایا۔

خوب سمجھ لو کہ جاہلیت کی ساری رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں، اور زمانہ جاہلیت کے باہمی قتل و خون کے انتقام نہ کے لئے ختم کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلا انتقام ہم اپنے رشتہ دار خاص ربیع بن حارث کا چھوڑتے ہیں جو قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کیلئے دیئے ہوئے تھے ان کو ہزبل نے قتل کر دیا تھا (اسی طرح زمانہ جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو چھوڑا گیا وہ ہمارا چچا عباسؓ کا سود ہے کہ وہ سب کا سب

الْاَكْلُ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ
تَحْتَ قَدَمِي مَوْضُوعٌ وَرَمَاءُ
الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَارْتِ
اَوَّلُ كَمِ اَصْحَابِ مِنْ دِمَائِنَادُمْ
ابن ربيعہ بن الحارث بن کات
مُسْتَوْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهُ
هُدَيْلُ وَرَبِيبُ الْجَاهِلِيَّةِ
مَوْضُوعَةٌ وَاَوَّلُ رَبِّ اَصْحَابِ
رَبِيبِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
فَاِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ (صحیح

مَسَلَّةٔ بروایت جَابِرِ بْنِ حَجَّةٍ الْوَدَاعِ ہم نے چھوڑ دیا۔

حجۃ الوداع کا یہ عظیم الشان مشہور و معروف خطبہ اسلام میں ایک دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں آپ نے گذشتہ زمانہ کے قتل و خون کے انتقاموں کو بھی ختم کر دیا اور گذشتہ زمانے کے سودی معاملات کے سود کی رقموں کو بھی۔ اور حکیمانہ انداز میں اس کا اعلان فرمادیا کہ سب سے پہلے اپنے خاندان کے مطالبے چھوڑتے ہیں، جو دوسرے خاندانوں کے ذمہ ہیں، تاکہ کسی کے دل میں یہ دوسوسہ نہ پیدا ہو کہ ہم پر یہ نقصان ڈال دیا گیا ہے۔ اور امام بغوی رحمہ اللہ نے ایک تیسرا واقعہ بروایت عطار و عکرمہ اور بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہما کی سود کی رقم جو کسی اور سوداگر کے ذمہ تھی، اس کا مطالبہ کیا گیا تو آیات مذکورہ کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روک دیا اور سود کی رقم چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمایا۔

مذکورہ الصدرین واقعات جو ان آیات کے شان نزول کے بارے میں مستند کتب تفسیر و حدیث سے نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں پہلے واقعہ میں بزوثقیف کا سود ایک قریشی خاندان بزومغیرہ کے ذمے تھا اور دوسرے واقعہ میں اس کے برعکس قریش کا سود بزوثقیف کے ذمہ تھا اور تیسرے واقعہ میں کسی خاندان کی یقین کے بغیر کچھ تجارت پیشہ لوگوں کا سود دوسرے ماجروں کے ذمہ تھا۔ اور حقیقت ان میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں واقعات پیش آتے ہوں اور سب سے متعلق یہ قرآنی فیصلہ نازل ہوا ہو۔ اور تفسیر درمنثور کی ایک روایت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں کسی واقعہ کا حوالہ دیئے بغیر فرمایا ہے کہ بزوثقیف کے ایک خاندان بزومعمر اور قریش کے ایک خاندان بزومغیرہ کے آپس میں سود کا لین دین تھا درمنثور بحوالہ ابی نعیم ص ۳۶ ج ۱، اس سے ظاہر

یہی ہے کہ کبھی وہ ان سے سودی قرض لیتے تھے کبھی یہ ان سے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ جن قبائل کے باہمی لین دین کا ذکر ہے وہ کسی حادثہ یا کسی جنگی ضرورت کے ماتحت قرض لینے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس انداز سے کہ ان لوگوں کے درمیان یہ معاملات تجارتی کاروبار کی حیثیت سے مسلسل جاری تھے۔ اس کے ثبوت کے لئے روایات مذکورہ کے الفاظ ذیل کو دیکھیے :-

- (۱) کان بنو المغیرۃ یرویون لثقیف (درثور) بزغیرہ ثقیف کو سود دیا کرتے تھے۔
- (۲) کان ربیابتا یعون سبہ فی الجاہلیۃ (درثور) یہ ایک رہاتھا جس کے ساتھ جاہلیت کے لوگ تجارت کرتے تھے۔
- (۳) نزلت ہذہ الذیۃ فی العباس (ابن عبد المطلب و جہل من بنی المغیرۃ کا ناسرملیکین فی الجاہلیۃ یسلفان فی الریاء الی ناس من ثقیف (درثور ص ۳۶۶) یہ آیت حضرت عباس اور بنی مغیرہ کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان دونوں کا شرکت میں کاروبار تھا اور یہ ثقیف کے کچھ لوگوں کو سود پر روپہ ادھار دیا کرتے تھے

اور تفسیر قرطبی میں آیت فلہ ما سلف کے تحت میں لکھا ہے :-

ہذا حکم من اللہ لمن اسلم من کفاد قولہ و ثقیف و من کان یتجور ہنا لک (قوطلی ص ۳۳۲) یعنی یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں کے متعلق ہے جو تجارت پیشہ کفار قریش و ثقیف میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔

یہ تمام الفاظ اس کی کھلی شہادت ہیں کہ ان لوگوں میں یہ سود کا لین دین کسی وقتی مصیبت یا حادثہ کو رفع کرنے کے لئے یا شخصی اور صر فی ضرورتوں کے لئے نہیں بلکہ

اس انداز میں تھا جیسے ایک تاجر دوسرے تاجر سے یا ایک کمپنی دوسری کمپنی سے معاملہ کیا کرتی ہے اور یہ لوگ ربا کو بھی ایک قسم کی تجارت سمجھتے تھے اسی لئے کہا تھا انہما البیعیۃ مثل الربوٰیہا جس کو قرآن کریم نے رد کر کے بیع و ربا میں فرق کیا پھر بیع کو حلال ربا کو حرام ٹھہرایا۔ آج بھی جو لوگ مہاجنی ربا اور تجارتی ربا میں فرق کر کے تجارتی ربا کو بیع اور تجارت کی طرح جائز کہتے ہیں ان کا قول بھی انہیں کے مشابہ ہے جو اِسْمَ البیعیۃ مثل الربوٰیہا کہا کرتے تھے اور جس کی وجہ سے ان پر عذاب آیا۔ لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْہِ۔

اس جگہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ طائف والوں کا قبیلہ بنو ثقیف بڑا مال دار تجارت پیشہ تھا اور سودی کاروبار میں اُن کی خاص شہرت تھی۔ تفسیر بحر محیط میں ان کے متعلق نقل کیا ہے :-

كَانَتْ تَقِيفٌ اَكْثَرَ الْعَرَبِ
یعنی بنو ثقیف سودی معاملات میں سارے
عرب میں ممتاز تھے۔
ربوٰیہا :

اب ان واقعات سے حاصل شدہ نتائج کو سامنے رکھیے۔

(۱) بنو ثقیف بڑا مالدار، تجارت پیشہ، سودی کاروبار میں معروف قبیلہ ہے اس کا سودی میسرہ کے ذمہ ہے اور وہ بھی تجارت پیشہ متمول لوگ ہیں۔

(۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہما اور خالد بن ولید کا کاروبار ہے۔ اور بنو ثقیف جیسے مال دار لوگ ان سے سود پر روپیہ لیتے ہیں۔

(۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہما اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے سود کا معاملہ کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ایک اور واقعہ کا اضافہ کیجئے جو کنز العمال میں بروایت جامع بخاری حضرت براء بن عازب اور زید ابن ارقم رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

قَالَ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا تاجِرِينَ فَقَالَ إِنَّ كَانَ بَيْدًا بَيْدًا فَلَا بَأْسَ وَلَا يَصْلَحُ نَيْسَبِيَّةً ۖ

یہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں تاجر تھے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دست بدست معاملہ ہو تو جائز ہے

اُدھار کا معاملہ اس طرح جائز نہیں (یعنی اُدھار پر زیادتی کے ساتھ)

(۴) جنہیں معاملات سودی لین دین کی آیات ربوا کے شان نزول میں مذکور ہیں۔ ان میں اکثر کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے نہیں بلکہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے سود پر قرض لیتا ہے اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ہر قبیلہ کی تجارت میں اس کے دست سے افراد کی شرکت ہوتی تھی گویا عرب تاجروں کا ہر قبیلہ ایک تجارتی کمپنی ہوتی تھی۔ اس کے ثبوت کے لئے دیکھئے وہ واقعات جو غزوہ بدر کے تجارتی قافلہ کے متعلق مستند روایات سے ثابت ہیں۔ تفسیر مظہری میں بروایت ابن عقبہ وابن عامر اس تجارتی قافلہ کے متعلق نقل کیا۔

فِيهَا أَمْوَالٌ عِظَامَةٌ وَلَمْ يَبَيِّئْ بِمَكَّةَ قُرَشِيٌّ وَلَا قُرَشِيَةٌ لَهُ مِثْقَالُ فِصَاعَةٍ ۗ وَالْأَبْعَثُ بِهِ فِي الْعِيرِ فَيُقَالُ إِنَّ فِيهَا ثَمْسِينَ أَلْفَ دِينَارٍ

اس قافلہ میں بڑے اموال تھے اور مکہ میں کوئی قرشی مرد یا عورت باقی نہ تھا جس کا اس میں حصہ نہ ہو اگر کسی کے پاس ایک ہی مثقال سونا تھا تو وہ بھی شریک ہو گیا تھا ان

کا کل راس المال پچاس ہزار دینار یعنی چھپیس لاکھ روپیہ بتلایا گیا ہے۔

ان حالات و واقعات پر نظر ڈالیے کہ کون کون لوگ کن کن لوگوں سے سود پر رقم لے رہے ہیں ایک تاجر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے یا یوں کہتے کہ ایک کمپنی دوسری کمپنی سے لے لے اتنا ایک واضح ثبوت اس کتاب کے صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔

سود پر قرض لے رہی ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ سودی لین دین، کسی
 شخصی مصیبت کے ازالہ کے لئے تھا۔ یا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ سب لین
 دین تجارتی اغراض سے تھا۔ اور جو احادیث آگے آ رہی ہیں ان میں حدیث ۴۷
 میں مذکور ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباس رضی سے سوال کیا کہ ہم کاروبار میں کسی یہودی
 یا عیسائی کے ساتھ شریک کر سکتے ہیں۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا۔
 لَا تَشْرِكْ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا یعنی کسی یہودی یا نصرانی کے ساتھ تجارت
 لَا نَهْمُ يَزْبُونِ وَالسُّوْبَا لَا يَجِلُّ میں شریک نہ کرو کیونکہ یہ لوگ سودی کاروبار
 کرتے ہیں اور سود حرام ہے۔

اس روایت میں سوال خاص طور سے تجارتی سود ہی کا تھا اس کے جواب میں
 سود کا حرام ہونا بیان فرمایا ہے۔

رہا یہ تفسیر کہ بینکوں کے سودی کاروبار سے غریب عوام کا نفع ہے کہ انہیں
 کچھ تو مل جاتا ہے۔ یہی وہ فریب ہے جس کی وجہ سے انگریزی سرپرستی میں اس منحوس
 کاروبار نے ایک خوبصورت شکل اختیار کر لی ہے کہ سود کے چند بینکوں کے لاپلچ میں
 غریب یا کم سرمایہ والوں نے اپنی اپنی پونجی سب بینکوں کے حوالہ کر دی۔ اس طرح
 پوری ملت کا سرمایہ سمٹ کر بینکوں میں آ گیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ بینک کسی غریب کو تو پیسہ دینے سے رہے۔ غریب کا تو
 وہاں گذر بھی مشکل ہے، وہ تو بڑے سرمایہ اور بڑی ساکھ والوں کو قرض دے
 کر ان سے سود لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ پوری ملت کا سرمایہ چند بڑے پیٹ والوں کا ہاتھ
 بن گیا جو آدمی دس ہزار کا مالک ہے وہ دس لاکھ کا کاروبار کرنے لگا۔ اس سے جو

عظیم الشان نفع حاصل کیا، اس میں سے چند ٹکے بینکوں کو دے کر، باقی سب اپنا مال ہو گیا، بینک والوں نے ان ٹکوں میں سے کچھ حصہ ساری ملت کے پیسہ والوں کو بانٹ دیا۔

یہ جادو کا کھیل ہے کہ سرمایہ دار خوش کہ اپنا سرمایہ صرف دس ہزار تھا، نفع سمایا دس لاکھ کا اور فریب خوردہ غریب اس پر ٹکن کہ چلو کچھ تو ملا، گھر میں پڑا رہتا تو یہ سبھی نہ ملتا۔

لیکن اگر سود کے اس ملعون چکر پر کوئی سمجھ دار آدمی نظر ڈالے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے یہ بینک بلڈ بینک بنے ہوئے ہیں۔ جن میں ساری ملت کا خون جمع ہوتا ہے اور وہ چند سرمایہ داروں کی رگوں میں بھرا جاتا ہے، پوری ملت غربت و افلاس کا شکار رہ جاتی ہے اور چند مخصوص سرمایہ دار پوری ملت کے خزان پر قابض ہوتے جاتے ہیں۔ جب ایک تاجر دس ہزار کا مالک ہوتے ہوئے دس لاکھ کا بیوپار کرتا ہے تو غور کیجئے کہ اگر اس کو نفع پہنچا تو بجز سود کے چند ٹکوں کے وہ سارا نفع اس کو ملا۔ اور اگر یہ ڈوب گیا، اور تجارت میں گھاٹا ہو گیا تو اس کے تو صرف دس ہزار گئے باقی نوے ہزار تو پوری قوم کے گئے، جس کی کوئی تلافی نہیں۔

اور مزید چالاک یہ دیکھیے کہ ان ڈوبنے والے سرمایہ داروں نے تو اپنے لئے ڈوبنے کے بعد بھی اس خسارہ سے نکل جانے کے چور دروازے بنا رکھے ہیں، کیونکہ تجارت کا خسارہ اگر کسی حادثہ کے سبب ہو مثلاً مال میں یا جہاز میں آگ لگ گئی، تو یہ تو اپنا نقصان انشورنس سے وصول کر لیتے ہیں مگر کوئی دیکھے کہ انشورنس میں مال کہاں سے آیا، وہ بیشتر انھیں غریب عوام کا ہوتا ہے، زجن کا کوئی جہاز ڈوبتا ہے

نہ دوکان میں آگ لگتی ہے، نہ موٹر کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہے، کیونکہ یہ چیزیں ان غریبوں کے پاس ہیں ہی نہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حوادث کا فائدہ تو یہ غریب اٹھاتے نہیں، ان کے ہتھ تو یہاں بھی دو فیصدی پیسے سود ہی کے پڑتے ہیں۔ حوادث کا عظیم الشان فائدہ بھی سارا انہیں قوم کے ٹھیکہ داروں کی جیب کی زینت بنا ہے۔ اور دوسری صورت تجارتی خسارہ کی بازار کے بھیاؤ گرنے سے ہو سکتی ہے۔ اس کا علاج ان لوگوں نے سٹ کے ذریعہ تلاش کر لیا ہے۔ جب بازار گرنا دیکھیں تو اپنی بلا دوسرے پر پھینک دیں۔

اس کے علاوہ عوام کو ایک نقصان یہ پہنچا کر چھوٹے سرمایہ والا کسی تجارت میں زندہ نہیں رہ سکتا، کیونکہ بڑے تاجر کمپنیشن کے ذریعہ اس کا ایک دن میں دو الٹالٹال دیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت کا کاروبار جو پوری قوم کے لئے نافع و مفید اور ذریعہ ترقی تھا، وہ چند مخصوص لوگوں میں محدود ہو کر رہ گیا۔

اور اس سودی معاملہ کا ایک بڑا ہزر عوام کو یہ ہے کہ جب تجارت کے ڈول پر مخصوص سرمایہ دار قابض ہو گئے تو اشیاء کے نرخ بھی ان کے رحم و کرم پر رہ جاتے ہیں جس کا نتیجہ وہ ہے جو ہر جگہ سامنے آ رہا ہے کہ سامان معیشت روز بروز گراں سے گراں ہوتا جاتا ہے۔ ہر جگہ کی حکومتیں ارزانی کی فکر میں لگی رہتی ہیں۔ مگر قابو نہیں پاسکتیں۔

اب سوچئے کہ ان فریب خوردہ عوام کو جو چند گنے سود کے نام سے لے تھے اور نتیجہ میں سلمان معیشت دو گنی ہو گئی قیمتوں تک پہنچا تو ان غریبوں کی جیب سے وہ سود کے ٹکے کھرا اور سود لے کر نکل گئے اور پھر لوٹ پھر کر انہیں سرمایہ داروں کی جیب میں پہنچ گئے۔

قرآن کریم نے دو لفظوں میں اس فریب کو کھول دیا ہے۔ **وَاجَلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ**

وَهُوَ الرَّبُّ الْعَلِيمُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بیوپار کو حلال قرار دیا ہے اور ربوا کو حرام۔ اس میں ربوا کی حرمت کے بیان سے پہلے بیوپار کی حلت کا ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اپنا مال اور محنت، تجارت میں لگا کر نفع حاصل کرنا کوئی جرم نہیں۔ جرم یہ ہے کہ دوسرے شرکیوں پر ظلم کیا جائے۔ ان کا حق ان کو نہ دیا جائے۔ جب روپیہ دوسرے کا ہے اور محنت آپ کی ہے، اور تجارت کے یہی دو بازو ہیں جن کے ذریعہ وہ چلتی اور بڑھتی ہے تو اس کے کوئی معنی نہیں کہ مال ولے کر گنتی کے چند ٹکے دے کر ٹر خا دیا جائے اور تجارت کے سارے نفع پر آپ قبضہ کریں۔ غور سے دیکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بیوپار اور ربوا میں فرق صرف نفع کا ہے اس کی منصفانہ تقسیم بیوپار کہلاتی ہے اور ظالمانہ تقسیم کا نام ربوا ہے۔ کل تجارت کے نفع کو مال اور محنت کے دو حصوں میں انصاف کے ساتھ اس طرح بانٹ دو کہ آدھا باہتائی، چوتھائی مال ولے گا ہے اور باقی محنت کرنے والے کا، یا اس کے برعکس یہ تجارت ہے، بیوپار ہے اور اسلام میں یہ صورت نہ صرف جائز ہے بلکہ کسب معاش کی صورتوں میں سب سے زیادہ مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ ہاں اگر آپ اس تجارت کے دوسرے شریک یعنی مال ولے پر ظلم کرنے لگیں کہ اس کی کچھ رقم معین کر دیں اور باقی سب کچھ آپ کا تو یہ کھلی نا انصافی ہے یہ تجارت یا بیوپار نہیں، بلکہ ادھار کا معاوضہ ہے۔ اسی کا نام قرآن میں ربوا ہے۔

اگر کہا جائے کہ مذکورہ صورت میں جب کہ مال ولے کو کوئی رقم معین کر کے دے دی جاتی ہے اس میں اس کا ایک فائدہ بھی تو ہے کہ تجارت کے نفع نقصان سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا، تاجر کو خواہ تجارت میں سراسر خسارہ ہو ہی جائے اس کو اس کی رقم کا معینہ نفع مل جاتا ہے اور اگر حصہ کی شرکت رہے تو نقصان کا بھی

خطرہ ہے۔ جو اب صاف ہے کہ اس صورت میں دوسری جانب یعنی محنت کرنے والے پر ظلم ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنی تجارت میں خسارہ ہو گیا، مگر کار اس المال بھی گیا اور دوسرے حصہ دار کو نہ صرف اصل راس المال بلکہ اس کا نفع دینا بھی اس اس مصیبت زدہ کی گردن پر رہا۔

سترآن تو دونوں ہی کے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے۔ نفع ہو تو دونوں کا ہو، نہ ہو تو کسی کا نہ ہو۔ البتہ جب نفع ہو تو اس کی تقسیم انصاف کے ساتھ حسب حصہ کی جائے اس کے علاوہ دیوالیہ کا مروجہ قانون ایسا ہے کہ اس کے ذریعہ بالآخر سوداگر کا سارا خسارہ بھی عام ملت ہی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ سود کے سارے کاروبار اور اس کی حقیقت پر ذرا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ سودی کاروبار کا لازمی نتیجہ عام ملت کی غربت و افلاس اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں ناقابل قیاس اضافہ ہے اور یہی معاشرے بے اعتدالی پورے ملک کی تباہی کا سبب بنتی ہے اسی لئے اسلام نے اس پر قدغن لگایا ہے۔

پہلے حصہ کا جزا اول یعنی ربوائی تعسیرین

اور پوری حقیقت قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ

کے سامنے آچکی۔ اب اس کے متعلق قرآن و سنت

کے احکام و تنبیہات بیان کرنا ہیں پہلے قرآن مجید کی آیت

آئیں جو اس مسئلہ کے متعلق آئی ہیں۔ مع تفسیر و تشریح

لکھی جاتی ہیں۔ واللہ الموفق والمعين۔

آیاتِ قرآن متعلقہ احکامِ ربّی

پہلی آیت سورہ بقرہ

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا
 لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي
 يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسْتَضَاءِ
 ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا
 الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَهْلَ
 اللَّهِ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا
 فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ
 رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ
 وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ
 فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
 هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
 (سورہ بقرہ)

اور وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے
 ہوں گے قیامت میں تیسروں سے جس طرح
 کھڑا ہوتا ہے ایسا آدمی جن کو شیطان
 خطلی بنا دے پٹ کر (یعنی حیران و مدہوش)
 یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا
 کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔ حالانکہ اللہ
 تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو
 حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار
 کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آیا تو جو کچھ
 پہلے لینا ہو چکے وہ اسی کارہا۔ اور باقی معاملہ
 اس کا خدا کے حوالے رہا۔ اور جو شخص پھر عود کرے
 تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہ ہمیشہ
 اس میں رہیں گے۔

اس آیت کے پہلے جملہ میں سود خواروں کا انجام بد اور قیامت کے دن ان کا اس
 طرح کھڑا ہونا جیسے آسیب زدہ خطلی کھڑا ہوتا ہے بیان فرمایا گیا ہے جس میں اس کا

اعلان ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اپنی مجنونانہ حرکتوں سے پہچانے جائیں گے کہ یہ سود خوار ہیں اور اس طرح پورے عالمی مجمع میں اس کی رُسوائی ہوگی اور قرآن کریم نے ان کے لئے مجنوں کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے آسب زدہ، خمطی کا لفظ استعمال فرما کر شاید اس طرف اشارہ کر دیا کہ مجنوں تو بعض اوقات ایسا بے حس ہو جاتا ہے کہ اس کو تکلیف و راحت کا احساس ہی نہیں رہتا۔ یہ لوگ ایسے مجنوں نہیں ہوں گے بلکہ عذاب و تکلیف کا احساس باقی رہے گا، نیز یہ کہ مجنوں تو بعض اوقات چپ چاپ ایک جگہ پڑ جاتا ہے یہ لوگ ایسے نہیں ہوں گے بلکہ ان کی لٹو حرکتات سب کے سامنے ان کو رسوا کریں گی۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہر عمل کی جزا یا سزا اس کے مناسب ہو کر تھی ہے۔ عقل و حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے اور حق تعالیٰ کی حکمت بالذکر کا دستہ بھی تمام سزاؤں میں یہی ہے۔ یہاں سود خوار کی ایک سزا جو ان کو خمطی مجنوں کی صورت میں کھڑا کر کے دکھی گئی۔ اس میں کیا مناسبت ہے۔

علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ سود کی ایک خاصیت ہے کہ عادتاً سود خوار مال کی محبت میں ایسا بدست اور مدہوش ہو جاتا ہے کہ اس کو مال کے جمع کرنے اور اور بڑھاتے رہنے میں اپنے تن بدن اور راحت و آرام کی بھی فکر نہیں رہتی۔ اہل دعیال دوست احباب کا تو ذکر کیا۔ عوام کی مصیبت اور افلاس اس کے لئے فریخی عیش کا ذریعہ بنتا ہے۔ جس چیز سے پوری قوم روتی ہے یہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ یہ ایک قسم کی بے ہوشی ہے جس کو اس نے دنیا میں اپنے لئے اختیار کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حشر میں اس کو اس کی اصلی صورت میں ظاہر کر کے کھڑا کر دیا۔

قرآن کریم کے الفاظ میں سود کھانے کا ذکر ہے اور اس سے مراد مطلقاً سود سے

نفع اٹھانا ہے خواہ کھانے کی صورت میں ہو یا پینے اور استعمال کی صورت میں کیوں کہ عرف و محاورہ میں اس کو کھانا ہی بولا جاتا ہے۔ ایک اور بھی وجہ اس لفظ کو اختیار کرنے کی ہے کہ کھانے کے علاوہ جتنے اور استعمال ہیں ان میں یہ احتمال رہتا ہے کہ استعمال کرنے والا متنبہ ہو کر اپنی غلطی سے باز آجائے اور جس چیز کو پہن کر یا برت کر ناجائز طور پر استعمال کر رہا تھا، اس کو صاحب حق کی طرف واپس کر دے لیکن کھانے پینے کا تصرف ایسا ہے کہ اس کے بعد اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر سبھی واپسی اور حرام سے سبکدوشی کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔

آیت مذکورہ کے دوسرے جملہ میں سود خواروں کی مذکورہ سزا کا سبب یہ بتلایا گیا ہے کہ ان ناعاقبت اندیش لوگوں نے ایک تو یہ جرم کیا کہ سود جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا اس میں مبتلا ہو گئے۔ پھر اس جرم کو دہرا جرم اس طرح بنالیا کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے بجائے اپنے فعل بد کو جائز اور سود کو حلال قرار دینے کے لئے لغو قسم کے حیلے تراشے۔ مثلاً یہ کہ بیوپار اور سود میں کیا فرق ہے جیسے تجارت اور بیوپار میں ایک چیز دوسری چیز کے معاوضہ میں نفع لے کر دی جاتی ہے اسی طرح ربوہ میں اپنا روپیہ قرض دے کر اس کا نفع لیا جاتا ہے اگر کچھ بھی عقل و انصاف سے کام لیتے تو ان دونوں معاملوں میں زمین آسمان کا بون بعید نظر آجاتا، کیونکہ تجارت (بیع و شرا) میں دونوں طرف مال ہوتا ہے۔ ایک مال کے بدلے میں دوسرا مال لیا جاتا ہے اور قرض ادھار پر جو زیادتی بطور سود و ربا کے لی جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں مال نہیں بلکہ ایک میعاد ہے کہ اتنی میعاد تک اپنے پاس رکھو گے تو اتنا روپیہ زائد دینا پڑے گا اور میعاد کوئی مال نہیں جس کا معاوضہ اس زیادتی کو قرار دیا جائے بہر حال

ان لوگوں نے اپنے ایک جرم کو اس طرح کے بہانے نکال کر دوجرم بنالئے۔ ایک قانون
حق کی خلاف ورزی دوسرے اس قانون ہی کو غلط بتلانا۔ اس جگہ تقاضائے مقام یہ
تھا کہ یہ لوگ یوں کہتے اِسْمًا الرَّبُّوَا مِثْلُ الْبَيْعِ یعنی سودِ شل بیع و شرار کے ہے مگر
ان لوگوں نے ترتیب کو برعکس کر کے اِسْمًا الْبَيْعِ مِثْلُ الرَّبُّوَا کہا جس میں ایک قسم کا
استہزار ہے کہ اگر سود کو حرام کہا جائے تو بیع کو بھی حرام کہنا پڑے گا۔

الوہجان توحیدی کی تفسیر بحر محیط میں ہے کہ ایسا کہنے والے بزرگ تھے جو طوائف
کے مشہور سرمایہ دار تاجرو تھے اور ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

بیع اور ربوایں بنیادی فرق آیت مذکورہ کے تیسرے جملہ میں اہل جاہلیت
کے اس قول کی تردید کی گئی ہے کہ بیع اور
ربوایں دونوں یکساں چیزیں ہیں ان کا مطلب یہ تھا کہ ربوایں بھی ایک قسم کی تجارت ہے۔
ہیسا کہ آج کی جاہلیت آخری والے سبھی عموماً یہی کہتے ہیں کہ جیسے مکان، دوکان اور سالن
کو کرایہ پر دے کر اس کا نفع یا جاسکتا ہے تو سونے چاندی کو کرایہ پر دے کر اس کا
نفع لینا کیوں جائز نہ ہو یہ بھی ایک قسم کا کرایہ یا تجارت ہے اور یہ ایسا ہی پاکیزہ تیاسخ
جیسے کوئی زنا کو یہ کہہ کر جائز قرار دے کہ یہ بھی ایک قسم کی مزدوری ہے۔ آدمی اپنے ہاتھ
پاؤں وغیرہ کی محنت کر کے مزدوری لیتا ہے اور وہ جائز ہے تو ایک عورت اپنے جسم
کی مزدوری لے لے تو یہ کیوں جرم ہے اس بیہودہ قیاس کا جواب علم و حکمت سے دینا علم
و حکمت کی توہین ہے اس لئے قرآن کریم نے اس کا جواب حاکمانہ انداز میں بیان فرمایا
کہ ان دونوں چیزوں کو ایک سمجھنا غلط ہے اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربوایں کو حرام
مسترد دیا ہے۔

فرق کی وجہ قرآن نے بیان نہیں فرمائی اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ بیع و تجارت کے اصل مقصد میں غور کر دو تو روز روشن کی طرح بیع و ربوا کا فرق واضح ہو جائے گا۔ دیکھیے انسان کی ضروریات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ دنیا کا کوئی انسان کتنا ہی بڑا ہو اپنی تمام ضروریات خود پیدا یا جمع نہیں کر سکتا۔ اس لئے قدرت نے تبادلہ کا قانون جاری فرمایا اور اس کو انسانی فطرت کا جز بنا دیا۔ مال اور محنت کے باہمی تبادلہ پر ساری دنیا کا نظام قائم فرما دیا۔ مگر اس تبادلہ میں ظلم و جور اور بے انصافی بھی ہو سکتی تھی اور ایسے تبادلے بھی ہو سکتے تھے جو انسانی اخلاق و شرافت اور پورے انسانی معاشرہ کے لئے تباہی کا باعث ہو سکتے ہیں جیسے عورت کا اپنے جسم کی مزدوری کے نام پر زنا کا مرتکب ہونا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس کے لئے شرعی احکام نازل فرما کر ہر ایسے معاملے کو ممنوع قرار دے دیا جو کسی ایک فریق کے لئے مضر ہو یا جس کا ضرر پورے انسانی معاشرہ پر پہنچا ہو۔ کتب فقہ میں بیع فاسد اور اجارہ فاسدہ شرکت فاسدہ کے ابواب میں سیکڑوں جزئیات جن کو ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ اسی اصول پر مبنی ہیں کہ کسی صورت میں بائع و مشتری میں سے کسی ایک شخص کا ناجائز نفع اور دوسرے کا نقصان ہے اور کسی میں پوری قلت اور عوام کی مضریت ہے شخصی نفع نقصان کو تو کچھ نہ کچھ ہر انسان دیکھتا اور سوچتا بھی ہے مگر ضرر عامہ کی طرف کسی کی نظر نہیں جاتی۔ رب العالمین کا قانون سب سے پہلے عام عالم انسانیت کے نفع نقصان کو دیکھتا ہے اُس کے بعد شخصی نفع و ضرر کو۔ اس اصول کو سمجھ لینے کے بعد بیع و ربوا کے فرق پر نظر ڈالیے تو معلوم ہو گا کہ صورت کے اعتبار سے تو بات وہی ہے جو جاہلیت والوں نے کہی کر ربوا بھی ایک قسم کی تجارت

ہے۔ مگر عواقب و نتائج پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ بیع و تجارت میں بائع و مشتری دونوں کا نفع اعتدال کے ساتھ پایا جاتا ہے اس کا مدار باہمی تعاون و تناصر پر ہے جو انسانی اخلاق و کردار کو بلند کرتا ہے بخلات و بڑا کے اس کا مدار ہی غرض پرستی اور اپنے مفاد پر دوسرے کے مفاد کو قربان کرنے پر ہے۔ آپ نے کسی ایک لاکھ روپیہ قرض لے کر تجارت کی اگر اس میں صرف کے مطابق نفع ہو تو سال بھر میں آپ کو تقریباً پچاس ہزار نفع کے لے آپ اس عظیم نفع میں سے مال والے کو دو تین فی صد شرح سود کے حساب سے چند سیکڑے دے کر ٹال دیں گے باقی اتنا عظیم نفع خالص آپ کا ہو گا۔ اس صورت میں مال والا خسارہ میں رہا۔ اور اگر تجارت میں خسارہ آیا اور فرض کیجئے کہ اس مال بھی جاتا رہا تو آپ پر ایک لاکھ قرض کی ادائیگی ہی کچھ کم مصیبت نہیں ہے اب مال والا آپ کی مصیبت کو دیکھے بغیر آپ سے ایک لاکھ سے زائد سود بھی وصول کریگا۔ اس میں آپ خسارہ میں رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جانب سے صرف اپنے شخصی نفع کے سامنے دوسرے کے نقصان کی کوئی پروا نہ کرنے کا نام ربا اور سودی کاروبار ہے جو اصول تعاون اور تجارت کے خلاف ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نفع کی منصفانہ تقسیم کا نام بیع و تجارت باہمی ہمدردی، تعاون، تناصر پر مبنی ہے اور ربا خود غرضی، بے رحمی، ہوس پرستی پر پھر دونوں کو برابر کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ربا کے ذریعہ ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوتی ہے اس لئے یہ بھی ایک قسم کی امداد ہے۔ سو ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی امداد ہے جس میں اس ضرورت مند کی تباہی مضر ہے۔ اسلام کو کسی کی ضرورت مفت کرنے کے بعد احسان جملانے کو بھی ابطال صدقہ قرار دیا ہے۔

لَا يَسْتَأْذِنُ بَعْدَ الْإِذْنِ وَالْإِذْنِ - وہ اس کو کیسے برداشت کرے کہ کسی کی ،

مصیبت سے فائدہ اٹھا کر اس کی وقتی امداد کے معاوضہ میں اس کو دائمی مصیبت میں گرفتار کر دیا جائے۔

(۲) اس کے علاوہ تجارت میں ایک شخص اپنا مال خرچ کر کے محنت اور ذہانت سے کام لے کر دوسروں کے لئے ضرورت کی اشیاء مہیا کرتا ہے۔ خریدار اس کے بدلے میں اصل مال کی قیمت پر کچھ نفع دے کر اپنی ضرورت کی چیزوں کا مالک بن جاتا ہے۔ اور اس لین دین کے بعد کوئی مطالبہ کسی کا نہیں رہتا۔

بخلاف ربوا کے کہ اول تو اس کی زیادتی کسی مال کے معاوضہ میں نہیں بلکہ قرض دے کر مہلت دینے کا معاوضہ ہے جو اسلامی اصول پر انتہائی گراؤٹ ہے۔ کیوں کہ یہ مہلت بلا معاوضہ ہوتی چاہیے۔ اس کے علاوہ ربا کی زیادتی ایک مرتبہ ادا کرنے کے بعد بھی مدیون فارغ نہیں ہو جاتا بلکہ ہر سال یا ہر ماہ نئی زیادتی اُس کو دینا پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات یہ سلسلہ زیادتی کا اصل قرض سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۳) بیع و تجارت دولت کی آزادانہ گردش کا ذریعہ ہے جس سے پوری ملت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ بخلاف ربوا کے وہ گردش کو صحت چند مہر یا یہ داروں کے حلقہ میں محدود کر دیتا ہے جس سے پوری ملت فقر و افلاس کا شکار ہوتی ہے۔ تفسیر قرطبی میں استمّا البیع مثل الربا کی تشریح میں فرمایا ہے۔

وَذَلِكَ أَنَّ الْعَرَبَ كَانَتْ لَا تَعْرِفُ رَبَا إِلَّا ذَلِكَ (الی قولہ)
فحرم سبحانه ذلك وردد عليهم بقوله واحل الله البيع و
حرم الربوا ۛ

یعنی عرب کے لوگ صرف اسی کو ربا سمجھتے تھے کہ قرض کی مہلت کے معاوضہ میں

کئی رقم لی جائے اور اس کو مثل بیع کے کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور اُن کے خیال کی تردید اس طرح سرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور با کو حرام قرار دیا ہے۔

اسی تفسیر میں اس کے بعد فرمایا :-

وهذا الربى هو الذى
نسخه النبي صلى الله عليه
وسلم بقوله يوم عرفه الا
ان كل ربا موضوع
يعنى يهي وه ربا هه جس كو انحضرت
صلى الله وسلم نه حجه الوداع كه خطبه
مى به فرما كر منسوخ هيا كه هر با مسترك
هه -

آیت متذکرہ کا چوتھا جملہ فَهِنَّ جَاءَهُنَّ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِنَّ فَاَنْتَهَى فَلَسَهُنَّ مَا سَأَلْنَ وَأَمْرُهُ أَيْ اللَّهُ، اس میں ایک اشکال کا جواب ہے جو حرمت رہا نازل ہونے کے بعد لازمی طور پر مسلمانوں کو پیش آتا، وہ یہ کہ سو در بوا حرام قرار دے دیا گیا، تو جن لوگوں نے حرمت رہا نازل ہونے سے پہلے یہ کاروبار کر کے کھایا پایا مکان جائیداد بنائی یا نقد روپیہ جمع کیا، وہ سب کا سب بھی اب حرام ہو گیا تو پچھلے زمانہ میں سو در سے حاصل کیا ہوا مال یا جائیداد کسی کے قبضہ میں ہے۔ اب اس کو بھی واپس کرنا چاہیے۔ قرآن کریم کے اس فیصلہ نے بتلادیا، کہ آیات حرمت نازل ہونے سے پہلے جو اموال سو در رہا کے ذریعہ حاصل کرنے گئے ہیں اُن پر اس حرمت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ سب جائز طور پر اپنے اپنے مالوں کی ملکیت میں رہیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے وہ دل سے توبہ کر چکا ہو۔ اور چونکہ دلوں کا بھید اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی لئے یہ معاملہ اسی کے سپرد ہے گا، کہ توبہ اخلاص اور سچی نیت کے ساتھ کر لی ہے یا نہیں کسی

انسان کو ایک دوسرے پر یہ الزام لگانے کا حق نہیں ہوگا کہ فلاں آدمی نے دل سے توبہ نہیں کی، محض ظاہری طور پر سود چھوڑ دیا ہے۔

آیت کے پانچویں جملہ میں ارشاد ہے وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ یعنی جو لوگ اس حکم قرآنی کے نازل ہونے کے بعد بھی پھر سود کا لین دین کریں اور اپنی لمح زان لغو تاویلوں کے ذریعہ سود کو حلال کہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے کیونکہ حرام قطعی کو حلال قرار دینا کفر ہے۔ اور کفر کی سزا دائمی جہنم ہے۔

دوسری آیت (سورہ بقرہ ۲۷۶)

مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ سود کو اور	يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَ
بڑھاتا ہے صدقات کو اور اللہ تعالیٰ	يُزِيدُ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا
پسند نہیں کرتا کسی کفر کرنے، گناہ کے	يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ
کام کرنے والے کو۔	أَسِيْمٍ

اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ یہاں سود کے ساتھ صدقات کا ذکر ایک خاص مناسبت سے لایا گیا ہے کہ سود اور صدقہ دونوں کی حقیقت میں بھی تضاد ہے اور ان کے نتائج بھی متضاد ہیں اور عموماً ان دونوں کاموں کے کرنے والوں کی غرض و نیت اور حالات و کیفیات بھی متضاد ہوتے ہیں۔

حقیقت کا تضاد تو یہ ہے کہ صدقہ میں تو بغیر کسی معاوضہ کے اپنا مال دے دیا جاتا ہے اور سود میں بغیر کسی مالی معاوضہ کے روٹے کا مال لیا جاتا ہے اور

دونوں کاموں کے کرنے والوں کی نیت اور غرض اس لئے متضاد ہے کہ صدقہ کرنے والا محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور ثوابِ آخرت کے لئے اپنے مال کو کم یا ختم کر دینے کا فیصلہ کرتا ہے، اور سود لینے والا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بے پروا ہو کر اپنے موجودہ مال پر ناجائز زیادتی کا خواہش مند ہے اور نتائج کا تضاد ہونا قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ سورہ حابل شدہ مال کو یا اس کی برکت کو مٹا دیتے ہیں۔ اور صدقہ کرنے والے کے مال کو یا اس کی برکت کو بڑھا دیتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مال کی ہوس کرنے والے کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا جو اپنے مال کی کمی پر راضی تھا اس کے مال میں برکت ہو کر اس کا مال یا اس کے کمزرات و فوائد بڑھ جاتے ہیں اور کیفیات کا تضاد یہ ہے کہ صدقہ کرنے والے کو دین کے دوسرے کاموں کی بھی توفیق ہوتی ہے اور سود خوار ان سے عموماً محروم رہتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور
سود کے مٹانے اور صدقات کے بڑھانے کا مطلب ہے کہ آیت میں سود کے

مٹانے اور صدقات کو بڑھانے کا کیا مطلب ہے۔ ظاہری طور پر تو یہ بات مشاہدے کے خلاف ہے ایک سود خوار کے سو روپیہ میں جب سود کے پانچ روپے شامل ہوتے تو وہ ایک سو پانچ ہو گئے اور صدقہ دینے والے نے جو سو روپیہ میں سے پانچ کا صدقہ کر دیا تو اس کے پچانوے رہ گئے۔ کوئی حساب دال اکاؤنٹنٹ پہلے کو کم اور دوسرے کو زیادہ کہے تو لوگ اسے دیوانہ کہیں گے لیکن قرآن کی یہ آیت سود خوار کے ایک سو پانچ کو صدقہ دینے والے کے پچانوے سے کم قرار دیتی ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے :-

مَا لَقِصْتُمْ صَدَقَةً مِنْ مَالٍ كَوْنِي صَدَقَةً كَسَى الْمَالِ مِنْ سَعْيِكُمْ كَمَا تَأْتَانَا
(رد الواعظین)

نہیں۔

اس میں بھی یہی سوال ہے کہ یہ بات بظاہر مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ جو رقم صدقہ میں دی جاتی ہے وہ از روئی حساب اصل میں سے کم ہو جاتی ہے اس کا ایک سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ صدقہ کا بڑھانا اور سود کا گھٹانا جس کا آیت مذکورہ میں ذکر ہے۔ اس کا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ آخرت کا حکم ہے کہ آخرت میں جہاں حقائق کھل کر سامنے آویں گی اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ سود کے ذریعہ بڑھائے ہوئے مال کی کوئی قیمت وحیثیت نہیں بچتی بلکہ وہ اپنے کمانے والے کے لئے وبال و عذاب بنا ہے اور صدقہ میں دیا ہوا مال اگرچہ سموڑا دیا گیا تھا وہ بڑھ چڑھ کر اس کے حساب میں بہت زیادہ ہو گیا۔ عامہ مفسرین نے آیت مذکورہ کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔ لیکن ان میں سے اہل تحقیق حضرات کا ارشاد یہ ہے کہ یہ حکم دنیا و آخرت دونوں میں ہے۔ اور دنیا میں سود کا گھٹنا اور صدقہ کا بڑھنا جو حساب و شمار کے اعتبار سے مشاہدہ میں نہ آتے لیکن مال و دولت کے اصل مقصود کے اعتبار سے بالکل واضح اور مشاہدہ و تجربہ سے ثابت توجیہ اس کی یہ ہے کہ سونا چاندی خود تو انسان کی کسی بھی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے نہ ان سے انسان کی بھوک پیاس بجھتی ہے نہ وہ اوڑھنے بچھانے اور پہننے برتنے کا کام دیتے ہیں نہ دھوپ اور بارش وغیرہ سے سر چھپانے کا کام ان سے لیا جاسکتا۔ اس مال و دولت کا کام تو صرف یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے انسان اپنی ضروریات بازار سے خرید کر آرام حاصل کر سکتا ہے۔

اس میں یہ بات ناقابل تردید مشاہدوں اور تجربوں سے ثابت ہے کہ صدقات و زکوٰۃ میں خرچ کرنے والے کے مال میں اللہ تعالیٰ ایسی برکت عطا فرمادیتے ہیں کہ اس کے نوے روپیہ میں اتنے کام نکل جاتے ہیں جو دوسروں کے سو میں بھی نہ نکل سکیں ایسے آدمی کے مال پر عادت اللہ کے مطابق آفتیں نہیں آتیں یا بہت کم آتی ہیں اس کا پیہ بیماریوں کے اخراجات مقدمہ بازی، تھقیڑ، سینا، ٹیلی ویشن وغیرہ کی فضولیات میں نہیں ضائع ہوتا۔ فیشن پرستی کے امرات سے محفوظ ہوتا ہے اور معمولی طور پر سبھی اس کی ضروریات دوسروں کی بہ نسبت کم قیمت سے مہیا ہو جاتی ہیں۔

اس لئے اس کے نوے روپیہ نتیجہ اور مقصد کے اعتبار سے حرام آمدنی کے سو روپیہ سے زائد ہو گئے۔ صورت حساب کے اعتبار سے تو جب کسی نے سو روپیہ میں سے دس کا صدقہ کر دیا تو اس کا عدد گھٹ کر نوے رہ گیا مگر حقیقت اور مقصد کے اعتبار سے اس کا ایک ذرہ نہیں گھٹا یہی مطلب ہے حدیث مذکورہ کا جس میں ارشاد ہے کہ صدقے سے مال گھٹتا نہیں بلکہ اس کے نوے روپے سو روپے سے بھی زیادہ کام دے جائیں۔ تو یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ اس کا مال بڑھ گیا کہ نوے روپیہ نے اتنے کام پورے کر دیئے جتنے ایک سو دس میں ہوتے ہیں ہمام طور پر مفسرین نے سنہ مایا کہ یہ سود کا مٹانا اور صدقہ کا بڑھانا آخرت کے متعلق ہے کہ سود خوار کو اس کا مال آخرت میں کچھ کام نہ آئے گا، بلکہ اس پر وبال بن جائے گا۔ اور صدقہ خیرات کرنے والوں کا مال آخرت میں ان کے لئے ابدی نعمتوں اور راحتوں کا ذریعہ بنتے گا اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ جس میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں۔ اور بہت سے مفسرین نے سنہ مایا کہ سود کا مٹانا اور صدقہ کا بڑھانا

آخرت کے لئے تو ہے ہی، مگر اس کے کچھ آثار دنیا میں بھی مشاہد ہو جاتے ہیں۔ سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے بعض اوقات تو وہ مال خود ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اور پچھلے مال کو بھی ساتھ لے جاتا ہے، جیسا کہ ربوا اور سٹکے بازاروں میں اس کا اکثر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بڑے بڑے کرڈپٹی اور سرمایہ دار دیکھتے دیکھتے دیوالیہ اور بقیقین جاتے ہیں۔ بے سود کی تجارتوں میں بھی نفع و نقصان کے احتمالات ضرور ہیں اور بہت سے تاجروں کو نقصان بھی کسی تجارت میں ہو جاتا ہے لیکن ایسا نقصان کہ ایک تاجر جو کل کرڈپٹی تھا اور آج ایک ایک پیسہ کی بھیک کا محتاج ہے۔ یہ صرف سود اور سٹکے بازاروں ہی میں نظر آتا ہے اور اہل تجربہ کے ہیشمار بیانات اس بات میں مشہور و معروف ہیں کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا ہی بڑھ جائے لیکن وہ عموماً پائیدار اور دیر تک باقی نہیں رہتا۔ جس کا فائدہ اولاد اور نسلوں میں چلے۔ اکثر کوئی نہ کوئی آفت پیش آ کر اس کو برباد کر دیتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ سود خوار پر چالیس سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس کے مال پر محاق (گھٹا) آ جاتا ہے۔

اور اگر ظاہری طور پر مال برباد بھی نہ ہو اس

سود کے مال کی بے برکتی کے فوائد اور برکات و ثمرات سے محرومی تو یقینی اور لازمی ہے کیونکہ یہ بات کچھ مخفی نہیں کہ سونا چاندی خود نہ تو مقصود ہے نہ کار آمد نہ اس سے کسی کی بھوک مٹ سکتی ہے نہ پیاس نہ اس کو گرمی سردی سے بچنے کے لئے اور ڈھا بچھایا جاسکتا ہے۔ نہ کپڑوں اور برتنوں کا کام دے سکتا ہے۔ پھر اس کو حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے میں ہزاروں مشقتیں اٹھانے کا مشاہدہ

ایک عقلمند انسان کے نزدیک اس کے سوا نہیں ہو سکتا، کہ سونا چاندی ذریعہ پر ایسی چیزوں کے حاصل ہونے کا جن سے انسان کی زندگی خوشگوار بن سکے اور وہ راحت و عزت کی زندگی گزار سکے اور انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ یہ راحت و عزت جس طرح اسے حاصل ہوتی اسی طرح اس کی اولاد اور متعلقین کو بھی حاصل ہو۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو مال و دولت کے فوائد و ثمرات کھلا سکتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا، کہ جس شخص کو یہ فوائد و ثمرات حاصل ہوئے اس کا مال حقیقت کے اعتبار سے بڑھ گیا۔ اگرچہ دیکھنے میں کم نظر آئے اور جس کو یہ فوائد و ثمرات کم حاصل ہوئے۔ اس کا مال حقیقت کے اعتبار سے گھٹ گیا۔ اگرچہ دیکھنے میں زیادہ نظر آئے۔ اس بات کو سمجھ لینے کے بعد سود کے کاروبار اور صدقہ و خیرات کے اعمال کا جائزہ لیجئے تو یہ بات آنکھوں سے نظر آجائے گی کہ سود خوار کا مال اگرچہ بڑھتا ہو، نظر آتا ہے مگر وہ بڑھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان کا بدن و دم سے بڑھ جائے۔ دم کی زیادتی بھی تو بدن ہی کی زیادتی ہے مگر کوئی سمجھدار انسان اس زیادتی کو پسند نہیں کر سکتا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ زیادتی موت کا پیغام ہے۔ اسی طرح سود خوار کا مال کتنا ہی بڑھ جائے مگر مال کے فوائد و ثمرات یعنی راحت و عزت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔

یہاں شاید کسی کو یہ شبہ
سود خواروں کی ظاہری خوشحالی دھوکہ ہے ہو کہ آج تو سود خواروں

کو بڑی سے بڑی راحت حاصل ہے، وہ کو بیٹوں، بنگلوں کے مالک ہیں۔ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہیں، کھانے پینے اور رہنے سہنے کی ضروریات، بلکہ نفویات، بھی سب ان کو حاصل ہیں۔ نوکر چاکر اور شان و شوکت کے تمام سامان موجود ہیں۔ لیکن

غور کیا جائے تو ہر شخص سمجھ لے گا کہ سامانِ راحت اور راحت میں بڑا فرق ہے سامانِ راحت تو نیکمرلوں اور کارخانوں میں بنتا اور بازاروں میں بکتا ہے وہ سونے چاندی کے عوض حاصل ہو سکتا ہے لیکن جس کا نام راحت ہے وہ نہ کسی نیکمرلی میں بنتی ہے نہ کسی منڈی میں بکتی ہے وہ ایک ایسی رحمت ہے جو براہِ راست حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جو بعض اوقات بے سرو سامان انسان بلکہ جانور کو بھی دے دی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات ہزاروں اسباب و سامان کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک نیند کی راحت کو دیکھ لیجئے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے آپ یہ تو کر سکتے ہیں کہ سونے کے لئے مکان کو بہتر سے بہتر بنائیں۔ اس میں ہوا، اور روشنی کا پورا اعتدال ہو مکان کا فرنیچر دیدہ زیب اور دل خوش کن ہو، چار پائی اور گدے تھکے، حسبِ مشاہدوں لیکن کیا نیند آجانا ان سامانوں کے مہیا ہونے پر لازمی ہے اگر آپ کو کبھی اتفاق نہ ہوا ہو تو ہزاروں وہ انسان اس کا جواب نفی میں دیں گے جن کو کسی عارضہ سے نیند نہیں آتی۔ یہ سارے سامان دھرے رہ جاتے ہیں۔ خواب آوڑ دوائیں بھی بعض اوقات جواب دے دیتی ہیں، نیند کے سامان تو آپ بازار سے خرید لائے، لیکن نیند آپ کسی بازار سے کسی قیمت پر نہیں لاسکتے۔ اسی طرح دوسری راحتوں اور لذتوں کا حال ہے۔ ان کے سامان تو روپیہ پیسہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں مگر راحت و لذت کا حاصل ہو جانا فروری نہیں۔

یہ بات سمجھ لینے کے بعد سوڈ خواروں کے حالات کا جائزہ لیجئے تو ان کے پاس آپ کو سب کچھ ملے گا، مگر راحت کا نام نہ پائیں گے، وہ اپنے کر ڈر کو ڈیڑھ کر ڈر اور ڈیڑھ کر ڈر کو دو کر ڈر بنانے میں ایسے مست نظر آتے ہیں، کہ ان کو اپنے کھانے پینے کا

ہوش ہے نہ اپنی بیوی بچوں کا، کئی کئی بل چل رہے ہیں، دوسرے ملکوں سے جہاز آ رہے ہیں، ان کی ادھیڑ بن ہی میں صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہے۔ انوس ہے کہ ان دیوانوں نے سامانِ راحت ہی کا نامِ راحت سمجھ لیا ہے اور درحقیقت راحت سے کوسوں دور ہو گئے۔ اگر یہ مسکینِ راحت کی حقیقت پر غور کرتے تو یہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ مفلس محسوس کرتے۔ ہمارے محترم مجذوب صاحب نے خوب فرمایا ہے کہ

کچھ سچی مجنوں جو بصیرت تجھے حال ہو جائے، تو نے ایسی جیسے سمجھ لے وہ محل ہو جائے

یہ حال تو ان کی راحت کا ہے اب عزت کو دیکھ لیجئے۔ یہ لوگ چونکہ سخت دل بے رحم ہو جاتے ہیں ان کا پیشہ ہی یہ ہوتا ہے کہ مفلسوں کی مفلسی سے یا کم ہایہ لوگوں کی کم مائیگی سے فائدہ اٹھائیں، ان کا خون چوس کر اپنے بدن کو پالیں اس لئے ممکن نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی کوئی عزت و وقار ہو۔ اپنے ملک کے بیوں اور یورپ و افریقہ مصر و شام کے یہودیوں کی تاریخ پڑھ جائیے۔ ان کے حالات کو دیکھ لیجئے۔ ان کی تجویزیں کتنے ہی سونے چاندی، اور جواہرات سے بھری ہوں لیکن دنیا کے کسی گوشے میں انسانوں کے کسی طبقے میں ان کی کوئی عزت نہیں بلکہ ان کے اس عمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام کے دلوں میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا ہوتی ہے اور آج کل تو دنیا کی ساری جنگیں اسی بغض و نفرت کے مظاہرے ہیں۔ محنت و سرمایہ کی، جنگ نے ہی دنیا میں اشرکیت اور اشتہائیت کے نظریے پیدا کئے۔ کمیونزم کی تخریبی سرگرمیاں اسی بغض و نفرت کا نتیجہ ہیں، جن سے پوری دنیا قتل و قتال و جنگ و جدال کا جہنم بن کر رہ گئی ہے۔ یہ حال تو ان کی راحت و عزت کا ہے۔ اور

تجربہ شاہد ہے کہ سود کا مال سود خوار کی آنے والی نسلوں کی زندگی بھی خوشگوار نہیں بننے دیتا، یا ضائع ہو جاتا ہے یا اس کی نحوست سے وہ بھی مال و دولت کے حقیقی ثمرات سے محروم و ذلیل رہتے ہیں۔

لوگ شاید پوربچے سود خواروں
یورپین اقوام کی سو خواری دیکھو کہ نہ کھائیں کی مثال سے فریب میں آئیں

کہ وہ لوگ تو سب کے سب خوش حال ہیں اور ان کی نسلیں بھی پھولتی پھلتی ہیں، لیکن اول تو ان کی خوشحالی کی حقیقت اور اس میں جو سامانِ راحت و راحت سمجھ بیٹھنے کا فریب ہے اس کا اجمالی خاکہ عرض کر چکا ہوں۔ دوسرے اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی مردم خورد دوسرے انسانوں کا خون چوس کر اپنا بدن پالتا ہو اور ایسے کچھ انسانوں کی ایک جماعت ایک محلہ میں آباد ہو جائے۔ آپ کسی کو اس محلہ میں لے جا کر خون چوسنے کے برکات کا مشاہدہ کرائیں کہ یہ سب کے سب بڑے صحت مند اور سرسبز و شاداب ہیں۔ لیکن ایک عقلمند آدمی کو جو پوری انسانیت کی فلاح کا خواہش مند ہے۔ صرف اس محلہ کو دیکھتا نہیں بلکہ اس کے مقابل ان بستیوں کو بھی دیکھتا ہے جن کا خون چوس کر ان کو ادھوا کر دیا گیا ہے اس محلہ اور ان بستیوں کے مجموعہ پر نظر ڈالنے والا کبھی اس محلہ والوں کے فریب ہونے پر خوش نہیں ہو سکتا، اور مجموعی حیثیت سے ان کے عمل کو انسانی ترقی کا ذریعہ نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ اس کے سامنے جہاں یہ مردم خوار دزدے فریب نظر آ رہے ہیں وہیں دوسری بستیوں میں ان کی ماری ہو سکتی زندہ لاشیں بھی نظر آ رہی ہیں، پوری انسانیت پر نظر رکھنے والا انسان، اس کو انسان کی ہلاکت و بربادی ہی کہنے پر مجبور ہو گا۔

و اس کے بالمقابل صدقہ خیرات کرنے والوں کو دیکھئے
 کہ اُن کو کبھی اس طرح مال کے پیچھے حیران و سرگرداں نہ پائیں
 گے ، اُن کو راحت کے سامان اگرچہ کم حاصل ہوں مگر
 اصل راحت سامان والوں سے بھی زیادہ حاصل ہے اے اہلینان
 اور سکون قلب جو اصلی راحت ہے ان کو بہ نسبت دوسروں کے
 زیادہ حاصل ہوگا اور دنیا میں ہر انسان ان کو عزت کی نظر سے
 دیکھے گا۔ "

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سو کروٹاٹاتا
 اور صدقہ کو بڑھاتا ہے۔ یہ مضمون آخرت کے اعتبار سے تو بالکل صاف ہے ہی، دنیا
 کے اعتبار سے بھی اگر حقیقت ذرا سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بالکل کھلا ہوا ہے۔
 یہی ہے مطلب اس حدیث کا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 اِنَّ الْمَرْبُؤَاتِ اَوْ اَنْ كَثُرَتْ فَيَاثَ عَا قِبَتَهُ تَصِيْرُ اِلٰى قَبْلِيْ يَعْنِيْ سُوْدًا كَثْرًا هِيَ يٰۤاُوْ
 ہو جائے مگر انجام کار اس کا نتیجہ قلت ہے۔ یہ روایت مسند احمد اور ابن ماجہ میں مذکور
 ہے۔ آیت کے اخیر میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ كَفٰرًا وَّ اَشِيْئًا يَعْنِيْ
 اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو، کسی گناہ کا کام کرنے والے کو۔
 اس میں اشارہ فرمایا کہ جو لوگ سو کروٹاٹاتا ہی نہ سمجھیں وہ کفر میں مبتلا ہیں
 اور جو حرام سمجھنے کے باوجود عملاً اس میں مبتلا ہیں وہ گناہ گار فاسق ہیں۔

تیسری اور چوتھی آیتیں

(بقرہ ۲۴۸، ۲۴۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
ذُرُّوا مَا بَلَغِيَ مِنَ الْكُفْرِ لَوْلَا
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۲۴۸)
فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَمَا أَذْخَبُوا
مُجْرِبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَإِنْ شَبَّهْتُمْ فَلَكُمْ دَعْوَتُ
أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا
لَا تَظْلَمُونَ (۲۴۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ
سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم
ایمان والے ہو:

پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو اعلان جنگ
سن لو، اللہ اور اس کے رسول کا اور
اگر تم تو بہ کرو تو تمہارے اصل اموال بل
جائیں گے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور
نہ کوئی دوسرا تم پر ظلم کرنے پائے گا۔

ان دونوں آیتوں کا شان نزول رنجِ شہادت کے ذیل میں ابھی آپ دیکھ چکے
ہیں کہ قبیلہ بنو لقیف جو سودی کاروبار میں سب سے زیادہ معرود تھے اور جنہوں نے
بحالتِ کفر کہا تھا کہ اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا (جب سود میں یہ مسلمان ہو گئے اور
ایک دوسرا قبیلہ بنو میسرہ ان کا حریف تھا وہ بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کرنے
کے بعد سودی کاروبار تو سبھی نے چھوڑ دیا تھا لیکن کچھ معاملات میں بنو لقیف
کے سود کی رقم بنو میسرہ کے ذمہ لازم تھی۔ انہوں نے اپنے بقایا سود کا مطالبہ
بنو میسرہ سے کیا۔ انہوں نے انکار کیا تو معاملہ امیر مکہ کی معرفت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچا۔ (در منثور عن ابن عباس)

اسی طرح حضرت عباس رضی اور خالد بن ولید کا شرکت میں کاروبار تھا۔ ان کی بھی پچھلے سود کے حساب میں بہت بڑی رقم بوثقیف کے ذمہ واجب الادا تھی (مؤرخ ابن جریر) اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی کا کچھ سابقہ مطالبہ ایک دو سکر تاجر کے ذمہ تھا۔ سابقہ سود کے مطالبات آپس میں ہوئے۔ اس پر یہ دو آیتیں نازل ہوئیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سود کی بقایا رقم کا لین دین بھی جائز نہیں۔ صرف اتنا جائز ہے کہ حکم حرمت سے پہلے جو سود لیا دیا جا چکا تھا اور اس سے حاصل شدہ جائیداد سامان یا نقد جن لوگوں کے پاس تھا وہ حسب تصریح آیت سابقہ ان کے لئے جائز رکھا گیا ہے اور جو ابھی تک وصول نہیں ہوا، اس کا وصول کرنا جائز نہیں۔

سب حضرات نے یہ حکم قرآنی سن کر اس کے مطابق اپنے مطالبات چھوڑ دیئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ سود کی اہمیت اور اس میں پیش آنے والے نزاعا کے پیش نظر اس مسئلہ کا اعلان حجۃ الوداع کے اس خطبہ میں فرمایا جو اسلام میں ایک دستور اور مشورہ کی حیثیت رکھتا ہے جو تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام رضی کے آخری مجمع کے سامنے کیا گیا۔ اس میں اپنے لوگوں کے دلوں کے شبہات مٹانے اور سابقہ قتل و خون کے مطالبات چھوڑ دینے اور سود کی سابقہ رقوم سے دست برداری کو آسان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

و خوب سمجھ لو کہ جاہلیت کی ساری رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں اور زمانہ جاہلیت کے باہمی قتل و خون کے انتقام آئندہ کے لئے ختم کر دیئے گئے (کہ مجھ سے پہلے زمانہ کے کسی قتل کا کوئی آئندہ کسی سے انتقام نہ لے گا) اور سب سے

پہلا انتقام ہم اپنے رشتہ دار خاص ربیعہ ابن عارض کا چھوڑتے ہیں جو قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کے لئے دیئے ہوئے تھے ہذیل نے اُن کو قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو چھوڑا گیا وہ (ہمارے چچا) حضرت عباسؓ کا ہے کہ وہ (بڑی رقم ہونے کے باوجود) سب کا سب معاف کر دیا گیا۔

ان دونوں آیتوں میں پہلی آیت کو یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ سے شروع کیا گیا ہے جس میں خوفِ خدا کا حوالہ دے کر آنے والے حکم یعنی سود کو آسان کرنے کی تدبیر کی گئی ہے کیونکہ خوفِ خدا و آخرت ہی ایسی چیز ہے جس سے انسان کے لئے ہر مشکل چیز آسان اور سب تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد ارشاد نہر یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ یعنی چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود۔ اس کے آخر میں تاکیدِ شدید کے لئے ارشاد فرمایا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ یعنی اگر تم مسلمان ہو جس میں اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ سود کی پچھلی رقم وصول کرنا بھی مسلمان کا کام نہیں۔

اس کے بعد دوسری آیت میں اس حکم کی مخالفت کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ یہ وعیدِ شدید ایسی ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم و گناہ پر ایسی وعید کہیں قرآن و حدیث میں نہیں جس سے خود جواری کے گناہ کا انتہائی شدید اور سخت ہونا ثابت ہوا۔

اس آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا **وَإِنْ تَبْتِغُمْ فَلَكُمْ دُرٌّ وَسُنَّ**
أَمْوَالِكُمْ لَا تَنْظِلُّمُونَ وَلَا تَنْظَلَمُونَ یعنی اگر تم سود سے توبہ کر لو اور آئندہ
 کے لئے سود کی بقا یا رقم چھوڑنے کا بھی عزم کر لو تو تمہیں تمہارے اس المال بلجائیں
 گے، نہ تم اصل اس المال سے زائد حاصل کر کے کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ کوئی
 اصل اس المال میں بھی یادیر کر کے تم پر ظلم کرنے پائے گا۔

اس میں اس المال سے زائد رقم یعنی سود لینے کو ظلم فرما کر حرمت سود
 کی علت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ قرض دے کر اس پر نفع لینا ظلم ہے۔ اگر شخصی سود
 ہے تو خاص ایک غریب پر ظلم ہوا، اور تجارتی سود ہے تو پوری خلق خدا اور پوری امت
 پر ظلم ہے جیسا کہ دوسری آیت کی تفسیر میں آپ دیکھ چکے ہیں۔

یہاں ایک بات یہ غور طلب ہے کہ اس آیت میں اس المال لینے کے لئے بھی
 یہ شرط لگائی گئی ہے کہ سود سے توبہ کر لو۔ جس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر سود سے توبہ
 نہ کی تو اصل اس المال بھی ضبط ہو جائے گا۔

اس کی تشریح علماء تفسیر اور فقہاء جہم اللہ نے یہ کی ہے کہ سود سے توبہ نہ
 کرنے کی بہت سی صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں اصل اس المال بھی ضبط ہو سکتا ہے
 مثلاً سود کو حرام ہی نہ سمجھے تو یہ قرآن کے قطعی حکم کی خلاف ورزی، قانون شکنی کے انداز
 میں مخالفت جتھ بنا کر کی جائے تو ایسا کرنے والے باغی ہیں اور باغیوں کا مال بھی ضبط
 کر کے بیت المال میں امانت رکھ دیا جاتا ہے، کہ جب وہ توبہ کر لیں اور بعناوت
 چھوڑ دیں اس وقت ان کو دیا جائے۔

غالباً ایسی قسم کی صورتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے **إِنْ تَبْتِغُمْ فَلَكُمْ**

مُؤْمِنِينَ أَمْوَالِكُمْ فَمَا يَكْبَأُ بِعَيْنَيْهِمْ أَنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ وَلَوْ نَشَاءُ لَمُوجِدِينَ

پانچویں آیت (ال عمران ۱۲۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُلُوا
الرِّبَا أَمْضَاءً مُضَاعَفَةً
وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ -
یعنی اے ایمان والو! سود مت کھاؤ
کئی حصے زائد اور اللہ سے ڈرو! امید
ہے کہ تم کامیاب ہو۔

اس آیت کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے کہ جاہلیت عرب میں سود خواری کا عام طور پر یہ طریقہ تھا کہ ایک خاص میعاد معین کے لئے ادھار سود پر دیا جاتا تھا اور جب وہ میعاد آگئی اور قرض دار اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوا تو اس کو مزید مہلت اس شرط پر دی جاتی تھی کہ سود کی مقدار بڑھادی جائے۔ اس طرح دوسری میعاد پر بھی ادائیگی نہ ہوئی، تو سود کی مقدار اور بڑھادی۔ یہ واقعہ عام کتب تفسیر میں بالخصوص باب النقول میں بروایت مجاہد مذکور ہے۔

جاہلیت عرب کی اس ملت کش رسم کو مٹانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اس لئے اس میں اضفاناً مضاعفہ، یعنی کئی حصے زائد فرما کر ان کے مروجہ طریقے کی مذمت اور ملت کشی و خود غرضی پر متنبہ فرما کر اس کو ممنوع قرار دیا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اضغان و مضاعف نہ ہو تو حرام نہیں کیونکہ سورہ بقرہ اور نساء میں مطلقاً ربا کی حرمت صاف صاف مذکور ہے۔ اضغان و مضاعف ہو یا نہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن کریم میں جا بجا فرمایا ہے کَاخْتَرْتُمْ وَايَا يَأْتِي شَمْنَا قَلِيلًا یعنی میری آیتوں کے بدلے میں تمہاری سی قیمت مت لو، اس میں تمہاری سی قیمت اس لئے فرمایا کہ آیات الہیہ کے بدلے

اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی لے لے تو وہ بھی تھوڑی سی قیمت ہوگی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کی آیت کے بدلے میں تھوڑی قیمت لینا حرام ہے اور زیادہ لینا جائز اس طرح اس آیت میں اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً کا لفظ ان کے شرناک طریقہ پر نیکر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ حرمت کی شرط یا قید نہیں۔

اگر سود کے مروجہ طریقوں پر غور کیا جائے تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب سود خوری کی عادت بڑھ جائے تو پھر سود تنہا سود نہیں رہتا بلکہ لازماً اضعاف و مضاعف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو رقم سود سے حاصل ہو کر سود خوار کے مال میں شامل ہوتی، اب سود کی اس زائد رقم کو بھی سود پر چلایا جائے گا۔ تو سود مضاعف ہو جائے گا اس طرح ہر سود اضعاف مضاعف بن کر رہے گا۔ علاوہ انہیں جب سودی کاروبار میں اصل فرض بدستور باقی ہے اور میعاد کا سود لیا جا رہا ہے تو ایک زمانہ کے بعد ہر سود اصل راس المال کا اضعاف و مضاعف ہو جائے گا۔

چھٹی اور ساتویں آیتیں

(سورۃ نساء ۱۶۰-۱۶۱)

سو یہود کے انہیں بڑے بڑے جرائم کے	فَظَلَمُوا مِنَ الَّذِينَ هَادُوا
سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو پہلے	حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ
ان کے لئے حلال تھیں بطور منہ حرام کر دیں	أَحَلَّتْ لَهُمْ وَبِمَكْرِهِمْ
ان سبب سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے	عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَشِيرَاةٍ
سے روکتے تھے اور اس سبب سے کہ وہ یوں	وَأَهْدِيَهُمُ الرِّبَا وَوَقَدْ

نَهْوًا عَنْهُ وَآكِلِهِمْ
 اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ
 وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
 مِنْهُمْ
 عَذَابًا
 اَلِيْمًا (سورہ نسا)

لیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کو سود لینے سے
 ممانعت کر دی گئی تھی اور اس سبب سے
 کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھا جاتے
 تھے اور ہم نے ان میں سے ان لوگوں کے
 لئے جو کافر ہیں، دردناک سزا کا سامان
 مقرر کر رکھا ہے۔

ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ یہود پر بہت سی ایسی چیزیں بھی بطور سزاکے حرام
 کر دی گئی تھیں، جو درحقیقت حرام نہ تھیں کیونکہ حقیقی اور ذاتی طور پر تو ہر شریعت
 میں صرف وہ چیزیں حرام کی گئی ہیں جو خبیث ہیں۔ یعنی انسان کی صحت جسمانی یا صحت
 روحانی کے لئے مضر یا مہلک ہیں۔ باقی سب طہبات اور پاک ستھری چیزیں اللہ تعالیٰ
 نے انسانوں کے لئے حلال قرار دی ہیں، لیکن یہود کے مسلسل گناہوں اور جرائم کی
 سزا یہ بھی دی گئی کہ بہت سے طہبات کو بھی حرام کر کے ان کو محروم کر دیا گیا۔ جس کی تفصیل
 سورہ النعام میں آئی وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا اخْرَجْنَا آلِيَهُمْ خَيْطُومَ الْاَلَمِيَّةِ اس کے
 بعد وہ جرائم اور گناہ بتلائے گئے ہیں۔ جو اس سزا کا باعث بنے اول یہ کہ یہ بد نصیب
 خود تو اللہ کے صراط مستقیم سے ہٹکے ہی تھے اس کے ساتھ یہ جرم بھی کرنے لگے کہ وہ زمین
 کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

دوسرا جرم یہ بتلایا کہ یہ لوگ سود کھاتے تھے حالانکہ ان پر سود حرام تھا۔ قرآن
 کریم کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ سود کا لین دین بنی اسرائیل پر بھی حرام کیا گیا تھا۔
 آج جو نسخہ توہرات کا ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ

وہ نسخہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے مفقود ہے اور یہ سبھی مشاہدہ ہے کہ موجودہ تورات میں سورت کی حرمت کا ذکر کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہے۔

بعض علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ سورتوں کو باہر شریعت و ملت میں حرام رہا ہے۔

بہر حال اس آیت نے بتلایا کہ یہود کو جو عذاب اور سزائیں دی گئیں، اس کا ایک سبب سورتوں کی خورائی تھا۔ اسی لئے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے قہر میں مبتلا ہوتی ہے تو اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ان میں سورتوں کا رواج ہو جاتا ہے۔

آنکھوں آیت (سورت دوم)

وَمَا آتَيْتُم مِّن دَبْوَاتٍ بِؤْتَىٰ
فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَذُوبُوا
عِنْدَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن
زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضَعِفُونَ۔

اور جو چیز تم اس لئے دو گے کہ وہ لوگوں کے
مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو یہ
اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ اور جو زکوٰۃ
دو گے جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو
تو ایسے لوگ خدا کے پاس بڑھتے نہیں گے۔

بعض حضرات مفسرین نے لفظ ربوا اور زیادتی پر نظر کر کے اس آیت کو بھی سود بیچ پر محمول فرمایا ہے۔ اور یہ تفسیر فرماتی ہے کہ سود و بیچ کے لینے میں اگرچہ بظاہر مال کی زیادتی نظر آتی ہے مگر درحقیقت وہ زیادتی نہیں، جیسے کسی شخص کے بدن پر درم ہو جائے تو بظاہر وہ اس کے جسم میں زیادتی ہے لیکن کوئی عقلمند اس کو زیادتی سمجھ کر خوش نہیں ہوتا بلکہ اس کو ہلاکت کا مقدمہ سمجھتا ہے۔ اس کے بالمقابل زکوٰۃ و صدقات دینے میں اگرچہ بظاہر مال میں کمی آتی ہے مگر درحقیقت وہ کمی نہیں، بلکہ ہزاروں زیادتیوں کا موجب ہے جیسے کوئی شخص مادہ

فاسد کے اخراج کے لئے مہل لیتا ہے یا فصد کھلو اگر خون نکلواتا ہے تو بظاہر وہ کمزور و نظر آتا ہے اور اس کے بدن میں گھی محسوس ہوتی ہے۔ مگر جاننے والوں کی نظر میں یہ گھی اس کی زیادتی اور قوت کا پیش خیمہ ہے۔

اور بعض علماء تفسیر نے اس آیت کو سود و بیاج کی مانعت پر محمول نہیں فرمایا بلکہ اس کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی کو اپنا مال اخلاص اور نیک فیتی سے نہیں بلکہ اس نیت سے دے کہ میں اس کو یہ چیز دوں گا تو وہ مجھے اس کے بدلے میں اس سے زیادہ دے گا، جیسے بہت سی برادریوں میں نوٹہ کی رسم ہے کہ وہ ہدیہ کے طور پر نہیں بلکہ بدلہ لینے کی غرض سے دی جاتی ہے۔ یہ دنیا چوں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نہیں، اپنی فاسد غرض کے لئے ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا، کہ اس طرح اگرچہ ظاہر میں مال بڑھ جائے مگر وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، ہاں جو نکوۃ، صدقات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے دیئے جائیں ان میں اگرچہ بظاہر مال گھٹتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دوگنا چوگنا ہو جاتا ہے۔

اس تفسیر پر آیت مذکورہ کا وہ مضمون ہو جائے گا جو دوسری ایک آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا *وَلَا تَمْنُنَ تَسْتَكْتَرُوْا* یعنی آپ کسی پر احسان اس نیت سے نہ کریں کہ اس کے بدلے میں مجھے کچھ مال کی زیادتی حاصل ہو جائیگی۔ اس موقع پر بظاہر یہ دوسری تفسیر ہی راجح معلوم ہوتی ہے اول اس لئے کہ سورہ روم منجی ہے۔ جس کے لئے اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ اس کی ہر آیت منجی ہو، مگر غالب گمان منجی ہونے کا ضرور ہے۔ جب تک اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ملے۔ اور آیت کے منجی ہونے کی صورت میں اس کو حرمت سود کے مفہوم پر اس لئے محمول نہیں کیا جاسکتا

حُرْمَتِ سُوْرَةِ مَدِيْنَةٍ نَازِلٍ هِيَ هِيَ - اس کے علاوہ اس آیت سے پہلے جو مضمون آیا ہے اس سے بھی دوسری تفسیر ہی کا رجحان معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس سے پہلے ارشاد ہے -

وَأَمَّا ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ

مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے

ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ

لئے بہتر ہے، جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔

اس آیت میں رشتہ داروں اور مسکین اور مسافروں پر خرچ کرنے کے ثواب کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اس میں نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی ہو تو اس کے بعد والی آیت مذکورہ میں اس کی توضیح اس طرح کی گئی، کہ اگر کوئی مال کسی کو اس غرض سے دیا جائے کہ اس کا بدلہ اس کی طرف سے زیادہ ملے گا تو یہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے خرچ نہیں ہوا۔ اس لئے اس کا ثواب نہ ملے گا۔

بہر حال سُوْرَةِ مَدِيْنَةٍ اس آیت کو چھوڑ کر بھی سات آیتیں اُدپر آچھی ہیں جن میں سے سُوْرَةِ اٰہْلِ عِمْرَانَ کی ایک آیت میں اَضْعَافٌ مِّمَّا عَفَا سُوْرَةِ حُرْمَتِ بَيَانَ فرمائی گئی ہے اور باقی چھ آیتوں میں مطلق سُوْرَةِ حُرْمَتِ کا بیان ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا ہے، کہ سُوْرَةُ نِوَاهِ اَضْعَافٌ مِّمَّا عَفَا اور سُوْرَةُ مَدِيْنَةٍ اور سُوْرَةُ اٰہْلِ عِمْرَانَ بہر حال حرام ہے اور حرام بھی ایسا شدید کہ اس کی مخالفت کرنے پر اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ فرمایا گیا ہے۔ رہا کہ متعلق سات آیات قرآن کی مفصل تفسیر سامنے آچھی ہے۔

اس کے بعد اس مسئلہ کے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھئے۔ نفسِ مسئلہ اور اس کا حکم واضح کرنے کے لئے تو چند احادیث کافی تھیں، لیکن مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ سے متعلق جتنی روایات حدیثِ مخفر تحقیقات کے ذریعہ جمع ہو سکیں، وہ پیش کر دی جائیں۔ اس کے پیش نظر اپنے پاس موجود کتب حدیث سے ان روایات حدیث کو جمع کیا تو تقریباً ایک چہل حدیث اس مسئلہ کی بن گئی جس کو ترجمہ اور مخفر تشریح کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

چہل حدیث

متعلقہ حرمت ربلوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ایسی چیزوں سے بچو جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ صحابہ (کرام) نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ سات چیزیں کون سی ہیں؟ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جاؤ کرنا۔ ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا جس کا ارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا سب کو کھانا اور شہم کا مال کھانا اور جنگ	(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ الْأَبْلَاحِقَ وَالْكَافِرَاتِ وَالْمَالَ الْمَيْتِيمِ وَالسُّوْبَى يَوْمَ التَّرْمِيمِ
---	---

سہ بعد میں کچھ اور اضافہ ہو کر احادیث کا عدد چالیس سے بھی بڑھ گیا ۱۲

کے روز بیٹھ دکھا کر بھاگنا اور بھولی بھالی
پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا۔
اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی
روایت کیا ہے۔

وَقَدَّتْ الْمُحْصَنَاتُ
الْعَاقِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ رَدَّاهُ
الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَابُودَاوُدَ
وَالنِّسَائِيَّ (ترغیب الزہیب)

شرک کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں غیر خدا کو خدا کا شریک ٹھہرانے
کو۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی طرح اس کو قابلِ عبادت سمجھے یا اس کے نام کی نذیرن ماننے یا کسی
کے علم یا قدرت کو خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے برابر سمجھے، یا ایسے اعمال و افعال جو
عبادت کے لئے مخصوص ہیں جیسے رکوع، سجدہ، سجود، طواف وغیرہ یہ افعال سوائے
خدا تعالیٰ کے، کسی اور کے لئے کرے، یہ سب شرک ہیں۔ قرآن کریم نے اعلان کر دیا ہے کہ
جو شخص بجاالت شرک لیرتوبہ کے مرتبا اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا
کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو
ایک معتدس سرزمین کی طرف لے چلے،
یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے،
اس کے درمیان میں ایک شخص کھڑا تھا
اور نہر کے کنارے پر ایک شخص ہے اسکے
سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ نہر کے

(۲) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ
اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتِيَانِي فَانْتَوَجَّاهُ
إِلَى الْأَرْضِ مُقَدَّسَةٍ فَاَنْطَلَقْنَا
حَتَّى آتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ
فِيهِ رَجُلٌ قَاتِلٌ وَعَلَى
شَطْرِ النَّهْرِ رَجُلٌ يُبَيِّنُ يَدَيْهِ
جِبَارَةً مَأْتِلَ الرَّجُلِ الَّذِي

فِي النَّهْرِ نَادَا اِرَادَ اَنْ يَخْرُجَ
 رَهَى الرَّهْلَ بِحَجْرٍ فِي يَدِهِ قُوَّةً
 حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كَلِمًا
 هَاءً لِيَخْرُجَ رَهَى فِي فِيهِ
 بِحَجْرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ
 مَا هَذَا الَّذِي دَامَتْهُ فِي
 النَّهْرِ قَالَ اَحَلَّ الرَّبُّ زَوَاةَ
 الْبَحَارِ هَلْكَ اِنِّي الْبَيْسُومُ مُخْتَفًا
 وَتَقَدَّمَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ مَطْلُوْلًا
 (۳) وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ
 قَالَ لَعَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْلَ الرَّبِّ
 وَمَوْجِلَهُ زَوَاةَ مُسْلِمٍ وَالنِّسَائِيَّ
 زَوَاةَ الْبُؤَادِ وَكَوَالْتَرْمِذِيَّ
 وَصَحَّاحَهُ وَابْنَ مَاجَةَ وَابْنَ
 حَبَّانَ فِي صَحِيحِهِ كُلِّهِمْ مِنْ
 زَوَاةِ عَبْدِ الرَّحْمَانِ ابْنِ
 عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ اَبِيهِ
 وَكَمْ يَسْمَعُ مِنْهُ زَوَاةً وَافِيَهُ

اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے
 جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارے والا شخص
 اس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا
 ہے، کہ وہ پتھر کہ اپنی جگہ جا پہنچتا ہے
 پھر جب کبھی نکلنا چاہتا ہے اسی طرح اس
 کے منہ پر پتھر مارا کر اس کو اپنی پہلی جگہ
 لوٹا دیتا ہے۔ آنحضرت نے پوچھا کہ وہ کون شخص
 تھا جس کو میں نے نہر میں دیکھا، فرمایا سو دینار
 اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
 سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے سود کھانے والے اور سو رکھانے
 والے پر لعنت فرمائی ہے (یعنی سود لینے
 والے۔ اور سود دینے والے پر) اس کو
 مسلم اور نسائی ابوداؤد اور ترمذی، ابن
 ماجہ ابن حبان نے روایت کیا ہے اور
 اس کو صحیح شراہ ریہے اور ایک
 روایت میں اس کے ساتھ سود کی شہادت
 دینے والوں اور کتابت کرنے والوں پر

بھی لعنت فرمائی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو د کھانے والے، سو دینے والے اور سو دی تحسیر یا حاب بھنے والے اور سو دی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ اڑب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ سات ہیں۔ ان میں پہلا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور (دوسرا گناہ) ناحق کسی شخص کو مار ڈالنا اور (تیسرا گناہ) سو د کھانا اور (چوتھا گناہ) یتیم کا مال ناجائز طور پر کھالینا اور (پانچواں گناہ) جہاد سے بھاگنا اور (چھٹا گناہ) پاک دامن عورتوں کو ہتھ لگانا اور (ساتواں گناہ) ہجرت کرنے کے بعد اعراب (ریہات کا وطن) لوٹ جانا اس کو بزار نے عمرو بن ابی شیبہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

وَشَاهِدِيهِ وَكَاتِبِهِ

(۴) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَ الرِّبَا
وَمُؤْمَلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدِيهِ وَقَالَ
هُمُ سَوَاءٌ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَيْرُكَ ۝

(۵) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْكَبَائِرُ سَبْعٌ أَوْ لَعْنًا إِلَّا
شُرَكَاءَ بِاللَّهِ وَقَتْلَ النَّفْسِ
بِغَيْرِ حَقِّهَا وَأَكْلَ الرِّبَا وَأَكْلَ
مَالِ الْيَتِيمِ وَقِرَادَ يَوْمِ
الزَّهْفِ وَقَدْ فَتِ الْمَحْضَنَاتِ
وَالْإِنْقَالَ إِلَى الْأَعْرَابِ بَعْدَ
هَجْرَتِهِمْ رَوَاهُ السَّبْرَاءِيُّ مِنْ
بِرِّ وَامِيَةَ عَمْرٍو بْنِ أَبِي شَيْبَةَ
وَلَا بَأْسَ بِهِ فِي الْمَتَابِعَاتِ

حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ
عنه اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے
والی عورت اور گدوانے والی عورت پر
اور سوریٰ نے والے اور سود رینے والے
پر لعنت بھیجی ہے اور کتے کی قیمت اور
رندئی کی کمائی سے ممانعت فرمائی ہے
اور تصویر کھینچنے والوں پر لعنت بھیجی ہے
اس کو بخاری اور ابوداؤد نے روایت
کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں
نے فرمایا سود کھانے اور کھلانے والا اور
اس کے دونوں گمراہ اور دونوں کے کاتب
جب کہ اس کو جانتے ہوں کہ یہ معاملہ سود
کلمے اور خو بصورتی کے لئے گودنے والی
اور گدوانے والی عورت اور صدقہ
کو مانگنے والا، اور ہجرت کے بعد اپنے
وطن کی طرف واپس ہو جانے والا۔

(۶) وَعَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحِيْفَةَ
عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَوْلَا شَيْئَةٍ وَالْمُسْتَوْبِيَةَ
وَأَكْلَ الرِّبَا وَمَوْجِلَهُ وَتَهْمَى
عَنْ مَثَنِ الْمَلْبِ وَكَسْبِ الْمَبْعَى
وَلَعَنَ الْمَصْوْرِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَأَبُو دَاوُدَ (قَالَ الْخَافِضُ) أَيْ
جَحِيْفَةَ وَهَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
السَّوَابِيُّ ۝

(۷) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَكْلَ الرِّبَا
وَمَوْجِلَهُ وَشَاهِدَ آةٍ وَ
كَاتِبَ آةٍ إِذَا عَلِمُوا بِنَهْ وَالْوَاثِقَةَ
وَالْمُسْتَوْبِيَةَ لِلْحُسَيْنِ وَكَارِوِي
الصَّدَقَةِ وَالْمَرْتَدَّ أَعْرَابِيَّةً
بَعْدَ الْهَجْرَةِ مَلْعُوْنُونَ عَلَيَّ
لِسَانَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُو يَعْنِي

یہ سب بزبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(ہمز قیامت) ملعون ہوں گے۔
اس س کو احمد اور ابو یعلیٰ نے اور
ابن خزمیہ اور ابن جان نے اپنے
اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے، "چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے پر لازم کر لیا ہے کہ ان کو
جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ ان کو
جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے، ایک
تو عادی شربالی (دوسرا) سوڑھانے والا تیسرا
ناحق یتیم کا مال اڑانے والا چوتھے) اب باپ
کی نافرمانی کرنا والا۔ اس کو حکم نے ابراہیم ختم بن
عراک الخ سے روایت کیلئے اور حکم نے صحیح الاسناد کا،
حضرت عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، سوڑھ کے وبال تہتر قسم کے ہیں سب سے

وَابْنُ خَزْمِيَّةَ وَابْنُ حَبَّانَ فَ
يُحْيِيهِمَا وَزَادَ فِي آخِرِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(قَالَ الْحَافِظُ) زَوَاكُلَهُمْ مَعْنَى الْعَارِ
وَهُوَ الْأَعْوَدُ مَعْنَى ابْنِ مَسْعُودٍ إِلَّا ابْنَ
خَزْمِيَّةَ فَإِنَّهُ رَوَاهُ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ :

(۸) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ " أَرْبَعٌ حَقَّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا
يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُدْخِلَهُمْ مَعَهَا
مُدَّ مِنْ الْعَمْرِ وَإِلَى الْمَرْبَا وَإِلَى
مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْعَقَاتُ
لِوَالِدَيْهِ " رَوَاهُ الْحَاكِمُ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ بْنِ خَثِيمٍ بْنِ عَدَاكٍ وَ
هُودُ رَوَاهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ صَحِيحٌ الْإِسْنَادُ :
(۹) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَعْنَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّبَا ثَلَاثٌ وَ

انہ نے قسم ایسی ہے جیسے کوئی اپنی
ماں سے بدکاری کرے۔ اس کو حاکم نے
روایت کیا، اور بخاری و مسلم کی شرط
پر صحیح کہا ہے۔

سَبْعُونَ بَابًا أَيْسُرَهَا مِثْلَ أَنْ يَنْكِحَ
الرِّمْلَ أُمَّهُ دَوَاةُ الْحَاكِمِ وَقَالَ
صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ
وَدَوَاةُ الْبَيْهَقِيِّ بْنِ طَرِيقِ الْحَاكِمِ
ثُمَّ قَالَ هَذَا إِسْنَادٌ مَصْحُوحٌ وَالْمَنْ
مَنْكَرٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَا أَعْلَمُهُ
إِلَّا وَهَمًا وَكَأَنَّهُ دَخَلَ لِبَعْضِ دَرَجَتِهِ
إِسْنَادٌ فِي إِسْنَادٍ :

انہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ کے مفاسد چھ اور پڑھیں اور
شرک اس کے برابر ہے اس کو بزار نے روایت
کیا ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۱۰) وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ "الرِّبَا بَضْعٌ وَسَبْعُونَ بَابًا
وَالشَّرْكَ مِثْلُ ذَلِكَ" دَوَاةُ الْبَزَّازِ وَدَوَاةُ
دَوَاةِ الصَّحِيحِ وَهُوَ عِنْدَ ابْنِ مَسَّحَةَ
بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ بِإِخْتِصَارٍ وَالشَّرْكَ مِثْلُ ذَلِكَ
(۱۱) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الرِّبَا سَبْعُونَ بَابًا أَدْنَاهَا كَالَّذِي
يَقَعُ عَلَى أَحْرَمٍ " دَوَاةُ الْبَيْهَقِيِّ بِإِسْنَادٍ
لِأَبَانِ بْنِ سَهْلٍ ثُمَّ قَالَ عَرَفْتُ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَإِنَّمَا يَعْرِفُ بِعَبْدِ اللَّهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ سورہ کے مفاسد کی ستر
قسمیں ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے
جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔

بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَمْرِوَةَ يَعْنِي ابْنَ
عَمَّارٍ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ هَذَا
مَنْكَرُ الْحَدِيثِ :

(۱۷۱) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْهُمْ نَبِيٌّ
الرَّجُلُ مِنَ الرِّبَا أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ
ثَلَاثَةِ وَثَلَاثِينَ ذِينَةً يَزِينُهَا فِي
الْإِسْلَامِ " ذَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ مِنْ طَبْرِي
عَطَاءٌ وَالغُرَّاسَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَلَمْ
يَسْمَعْ مِنْهُ ذَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا وَ
الْبَعْرِيُّ - وَغَيْرُهُمَا مُؤْتَوُونَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ
وَهُوَ الصَّحِيحُ وَلَفْظُ الْمُؤْتَوِينَ فِي أَحَدِ
طَرَفَيْهِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ الرَّبَابِيُّ اشْتَانَ
وَسَبْعُونَ حُوبًا أَصْغَرُهَا حُوبًا كَمَنْ
أَتَى أُمَّتَهُ فِي الْإِسْلَامِ وَدَرَّهُمْ مَن
الرِّبَا أَشَدُّ مِنْ بَضْعِ وَثَلَاثِينَ ذِينَةً
قَالَ وَرَأَى ذُنُوقَ اللَّهِ بِالْقِيَامِ لِلْبَرِّ وَالْعَلِيِّ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَعْلَى الرِّبَا فَإِنَّهُ
لَا يَقُومُ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُ

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم کوئی سود سے حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیرین عطا خراسانی کی سند سے روایت کیا ہے الخ دوسری ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا سود کے بیتر گناہ ہیں ان میں سب سے چھوٹا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے جو مسلمان ہو کر اپنی مال سے زنا کرے۔ اور ایک درہم سود کا گناہ میں کچھ اوپر تیس زنا سے زیادہ بدتر ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر نیک و بد کو گھرے ہوئے کی اجازت دیں گے مگر سود خوار کو تین سو کی طرح گھرنا ہونیکا موقع نہیں دیا جائیگا بلکہ وہ اس طرح گھرنا ہوگا

الشَّيْطَانِ مِنَ الْمَسِّ -

جیسے کسی کو شیطان، جن غیروں نے اپنی کڑھی بنا یا ہو۔

اور حضرت عبداللہ بن خطلہ حسیل ملائکہ نے فرمایا کہ حضورؐ نے فرمایا اور سود

کا ایک درہم کھانا چھتیس زنا سے زیادہ شدید ہے بشرطیکہ اس کو معلوم ہو کہ یہ درہم سود کے ہے۔ اس روایت کو امام احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسند امام احمد مثل سند صحیح بخاری کے ہے اور حضرت خطلہ کو غیبی ملائکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس وقت نروہ احد کا اعلان ہوا اور صحابہ کرام جہاد کیلئے نکلے لگے اس وقت یہ جنابت کی حالت میں تھے، غسل کرنا شروع کیا تھا کہ یہ آواز کان میں پڑی، انہوں نے دعوت جہاد میں آتی دیر کرنا ہی پسند کیا کیونکہ غسل پورا کر کے فارغ ہو جاتے، بلکہ اسی حالت میں فوراً باہر آئے اور مجاہدین کیساتھ شریک ہو گئے اور اتفاقاً اسی حالت میں یہ شہید ہو گئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور سود کا بہت اہتمام سے ذکر فرماتے

(۱۳) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ عَسَلِ الْمَلَائِكَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَرَاهِمٌ رِيًّا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَحْكُمُ أَشَدَّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زِينَةً ، رَوَاهُ أَحْمَدُ لِطَبْرَانِي فِي الْكَبِيرِ وَرَجَالُ أَحْمَدَ وَرَجَالُ الصَّحِيحِ قَالَ الْحَاظِلِيُّ حَنْظَلَةَ وَالرَّحْمَنِيُّ اللَّهُ لَتَبَّ لِعَسَلِ الْمَلَائِكَةِ لِأَنَّهُ كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ جَبَانًا وَقَدْ غَسَلَ أَحَدُ شِقَى رَأْسِهِ فَلَمَّا سَمِعَ الصَّحَاةَ خَرَجَ فَاسْتَشْهِدَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْمَلَائِكَةَ تَغْسِلُهُ

(۱۴) وَرَوَى عَنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَمْرَ التَّوْبِنِ وَأَعْظَمَ شَأْنَهُ وَكَانَ

ہوئے۔ فرمایا اگر کسی شخص کا ایک سوئی درہم
 کھانا اللہ کے نزدیک چھتیس زنا سے زیادہ
 سخت گناہ ہے (اور پھر فرمایا) کہ سب سے بڑا یہ
 سوزہ ہے کہ کسی مسلمان کی آبرورہز لیا جائے۔
 اس روایت کو بیہقی اور ابن ابی الدینا نے
 روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
 سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے نہر مایا جس شخص نے کسی ظالم کی غلامی
 حق حمایت کی، تاکہ حق والے کا حق ضائع
 کر دے تو اللہ اور اس کے رسول اس سے
 بری الذمہ ہیں اور جو شخص سود کا ایک درہم
 کھلے تو یہ تینتیس زنا کے برابر ہے۔ اور
 جس شخص کا گوشت مال حرام سے پیدا
 ہو وہ دوزخ کے قابل ہے۔

برابر بن عازب رضی اللہ عنہ
 سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے نہر مایا، سود کے بہتر

إِنَّ الدِّرْهَمَ يُصِيبُهُ الرَّجُلُ مِنَ
 الرِّبَا أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ فِي الْخَطِيئَةِ
 مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ ذَنْبِيَّةً يَزِيهَا
 الرَّجُلُ وَإِنَّ أَبِي الرِّبَا يَحْرُسُ الرَّجُلَ
 الْمُسْلِمَ وَوَأَبْنُ أَبِي الدُّنْيَا فِي كِتَابِ
 ذَمِّ الْغَيْبَةِ وَالْبَيْهَقِيُّ ۞

(۱۵) وَرَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَنْ أَعَانَ ظَلَمًا بِيَدَيْهِ جِئْتُ
 بِهِ حَقًّا فَقَدْ بَرِي مِنْ ذِمَّةِ
 اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَمَنْ أَكَلَ دِرْهَمًا مِنْ رِبَا فَقَدْ
 مَثَلَ ثَلَاثَةً وَثَلَاثِينَ ذِمَّةً وَمَنْ
 نَبَتَ لِحْمَةٍ مِنْ سُهْتٍ فَالْتَأَرَادَ ابْنُ أَبِي
 رَوَاحَةَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الشَّعْبِ وَالْأَوْسَطِ
 وَالْبَيْهَقِيُّ ۞

(۱۶) وَرَوَى أَبُو بَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ الرِّبَا اثْنَانِ وَسَبْعُونَ بَابًا أَدْنَاهَا

دردازے ہیں انہیں سے ادنیٰ ایسا ہے۔ جیسے
کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے اور سب سے
بدترین سودیہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کی
عزت پر دست درازی کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنه سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا سود کے شرگناہ
ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے، جیسے
کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

مِثْلُ ابْتِیَانِ الرَّجُلِ أُمَّتَهُ وَإِنْ أَبَى
الرِّبَا اسْتِطَاعَهُ الرَّجُلُ فِي عَرَضٍ خَبِيْثٍ
رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ مِنْ رَوَايَةِ
عَمْرٍو بْنِ دَاوُدَ وَقَدْ وَثَّقَ -

(۱۷) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الرِّبَا سَبْعُونَ خُبْرًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَتَلَمَّ الرَّجُلُ
أُمَّتَهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي عَرِيْبَةَ
عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ وَقَدْ وَثَّقَ عَنْ سَعِيدِ
بِلقبري عنه :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمانے جانے کے قابل
ہونے سے پہلے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا
ہے اور حضور نے فرمایا اگر کسی نے کسی میں سود اور زنا پھیل
جائے تو گریا بستی والوں نے اللہ کے غضب کو اپنے اوپر
اتاریا۔ اس حدیث کو حکم نے روایت کیا ہے اور
فرمایا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

(۱۸) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ نَبِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ أَنْ
تَشْتَرِيَ الشَّعْرَةَ حَتَّى تَطْعَمَهُ وَقَالَ إِذَا
ظَلَمَ الرِّبَا وَالرِّبَا فِي تَوْبَتِهِ فَقَدْ أَحَلُّوا
بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللَّهِ - رَوَاهُ الْحَاكِمُ
وَقَالَ صَحِيْحًا الْإِسْنَادِ -

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل فرمائی

(۱۹) وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
ذَكَرَ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

جس میں یہ ہے کہ جس قوم میں زنا اور سوہیل گیا
انہوں نے یقیناً اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر
آرا یا۔

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس قوم میں سوہ
پیل جائے وہ یقیناً قحط میں مبتلا ہوجاتی
ہے۔ اور جس قوم میں رشتہ پھیل جائے وہ
معریت میں گرفتار ہوجاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
مہراج کی رات جب ساتویں آسمان پر پہنچ کر
میں نے اوپر نظر اٹھائی تو میں نے چمک کرک
اور گرج دیکھی، پھر سزا یا کبیر انڈر ایک
ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ مکاؤں کی طرح
(بڑے بڑے) تھے انہیں ساپ بھونہ ہوتے تھے
جو باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے جبریل سے
دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جبریل نے جواب
دیا کہ یہ سوہ خوار ہیں۔ ا مہمانی نے حضرت

وَسَلَّمَ وَقَالَ فِيهِ مَا ظَهَرَ فِي قَوْمِ
الرِّبَا وَالزُّبَا إِلَّا أَهْلُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ
اللَّهِ ذَوَاةُ الْبُوعَى بَارِسًا وَجَدِيدًا ۝

(۲۰) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ قَوْمٍ يُظَاهِرُونَهُمْ
الرِّبَا إِلَّا أَخَذُوا بِالسِّنَّةِ وَمَا مِنْ
قَوْمٍ يُظَاهِرُونَهُمُ الرِّبَا إِلَّا أَخَذُوا بِالرُّبُوبِ
ذَوَاةُ أَحْمَدَ بَارِسًا فِيهِ نَطْرٌ ۝
(۲۱) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ
لَيْلَةً أُسْرِيَ بِي لَمَّا اسْتَلَيْتُ لَيْلَةَ السَّمَاءِ
السَّابِعَةَ فَتَنَزَّلَتْ قَوْفِي فَنَادَا أَنَا بَرَعْدٌ
وَبُرُوقٌ وَصَوَاعِقُ قَالَ فَأَثَيْتُ عَلَى قَوْمٍ
يَطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْبُيُوتُ
تَرَى مِنْ خَارِجٍ يَطُونُهُمْ قُلْتُ يَا جِبْرِيئِيلُ
مَنْ هَؤُلَاءِ قَالَ هَؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا
ذَوَاةُ أَحْمَدَ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَأَنَّ
مُحَابَةَ مَخْفُوقٍ أَوْ الْأَسْمَى بَيْنَ الْبُيُوتِ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معسراج کی رات آسمان دنیا پر ایسے آدھوں کو دیکھا جن کے پیٹ کو ٹھنوں کی طرح چھوٹے ہوئے تھے اور جھکے ہوئے تھے۔

آل فرعون کے راستہ میں تہ برتہ ایک دوسرے کے اوپر ڈالا ہوا تھا آل فرعون جب صبح و شام جہنم کے سامنے کھڑے کئے جاتے ہیں تو ان لوگوں کے اوپر سے روندتے ہوئے گزرتے ہیں یہ لوگ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ قیامت کبھی قائم نہ فرمانا کیونکہ یہ جانتے ہیں، کہ قیامت کے روز جہنم کے اندر جانا ہوگا۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا، جبریل یہ کون لوگ ہیں؟) کہا یہ آپ کی امت کے سود خوار ہیں جو کسی طرح کھڑے ہوں گے جس طرح ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان

طَرِيقِ ابْنِ هُرُونَ الْعَبْدِيِّ وَاسْمُهُ
عِمَارَةُ بْنُ جَوْيْنٍ وَهُوَ رَوَاهُ
عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ كَأَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ نَظَرْتُ
فِي السَّمَاءِ النَّبِيَّاءُ فَإِذَا رِجَالٌ
يَطْوُونَهُمْ كَمَا مَثَالِ الْبُيُوتِ الْعِظَامِ
قَدْ مَالَتْ يَطْوُونَهُمْ وَهُمْ مَنْصَدُونَ
عَلَى سَابِلَةِ آلِ فِرْعَوْنَ يُوقِفُونَ
عَلَى النَّارِ كُلِّ عِدَاةٍ وَعَشِيَّةٍ
يَقُولُونَ رَبَّنَا لَا تَقِمِ السَّاعَةَ
أَبَدًا أَقَلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَنْ
هُوَ لَاءِ قَالَ هُوَ لَاءُ أَكَلَةَ الرَّبَا
مِنْ أُمَّتِكَ وَلَا يَقْوَمُونَ إِلَّا
كَمَا يَقْوَمُ الذِّئْبُ يَخْتَبِطُهُ الشَّيْطَانُ
مِنَ الْهَيْسِ، قَالَ الْأَصْحَابُ فِي قَوْلِهِ
(مَنْصَدُونَ) أَي طَرَحَ بَعْضُهُمْ
عَلَى بَعْضٍ وَالسَّابِلَةُ الْمَأْرَةُ
أَي يَتَوَطَّوْنَهُمْ أَلِ فِرْعَوْنَ الَّذِينَ

نے خبطی بنا دیا ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا وہ
قیامت کے تشریب سود، زنا، اور
شراب کی کثرت ہو جائے گی۔

حضرت قاسم بن عبد الواحد دراق
سُرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت عبداللہ
بن ادنی رضی اللہ عنہما کو مراونوں کے بازار
میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا "اے
مراونو! خوش خبری سنو۔ مراونوں
نے کہا کہ اے ابو عمر اللہ آپ کو جنت سے
سرفراز فرمائے، آپ ہیں کس چیز کی
خوش خبری دے رہے ہیں۔ حضرت

يُعْرَضُونَ عَلَى غَدَاةٍ وَعَشِيٍّ اَنْتَهَى
(۲۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ
يُظْهِرُ الزَّيْبَ وَالزَّيْنَةَ وَالنُّمُورَ وَالْأَعْيُنَ
الطَّبْرَانِيَّ وَرَوَاهُ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيَّ
(۲۳) وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ
عَبْدِ الْوَاحِدِ الدُّرَاقِيِّ قَالَ
رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى
كَرِهِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي السُّوقِ
فِي الصِّيَارِفَةِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ
الصِّيَارِفَةِ الْبُشْرُ وَقَالَ لَوْ ابْتُرُفَ
اللَّهُ يَا بَنِي بَنِي تَبْلِثُ مَرَاتًا
يَا مُحَمَّدٌ قَالَ قَالَ

لے اس میں یہ بات غور طلب ہے کہ حدیث کی پیش گوئی کے مطابق آج ربائی کثرت کا شاہد
ہو رہا ہے لیکن جس ربائی کثرت ہو رہی ہے۔ مہاجنی ربائی کو نواب جہاں بھی برا کہتے ہیں
اس سے معلوم ہوا کہ جس ربائی کثرت میں حرام کہا ہے وہ تجارتی اور مہاجنی ہر قسم
کے ربائی پر حاوی ہے ۱۲ منہ۔

عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " تمہیں روزِ کئی بخیر ہو (تم روزِ کئی کے لئے تیار ہو جاؤ) کہو کہ سونے چاندی کی حسرتید و فروخت میں ادھار جائز نہیں ، اور صرافہ والے عمریاہٹا کھاتا پر ادھار کے معاملات کرتے رہتے ہیں وہ سود ہے۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسُوا بِلْتَارًا
رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِإِسْنَادٍ
لَا بَأْسَ بِهِ.

حفتہ سعوت بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ان گناہوں سے بچو جن کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ایک ان میں سے مال غنیمت میں چوری کرنا ہے۔ جس شخص نے کوئی چیز بطور خیانت مال غنیمت میں سے لے لی تو قیامت کے دن اس سے وہ چیز منگوائی جائے گی۔ سود کھانے سے بچو۔ اس لئے کہ سود خوار قیامت میں مجنون اور مضبوط الحواس ہو کر اٹھایا جائے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جو لوگ

(۲۲) وَرَوَى عَنْ عَوْفِ بْنِ
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّكُمْ وَاللَّهِ
أَلْبَسُوا بِلْتَارًا لَا تَغْفَرُ
الْغُلُولُ مَنْ غَلَّ شَيْئًا
أَنِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَأَكَلُ الرِّبَا قَهْنٌ أَكَلُ
الرِّبَا بَعَثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
مَجْنُونًا يَخْبِطُكُمْ وَتَرَاهُمْ
رَأَى الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ
إِلَّا كَمَا يَقْوَمُ الَّذِي يَخْبِطُهُ

الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ، رَوَاهُ
 الطَّبْرَانِيُّ وَالْأَصْبَهَانِيُّ مِنْ حَدِيثِ
 أَبِي وَ لَقَطَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي أَكْلُ الرِّبَا
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَخْبِلًا يَجْرُسُ شَفْتَهُ
 لَمَّةً قَرَأَ لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقْوَمُ
 الَّذِي يَخْبِطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ
 قَالَ الْأَصْبَهَانِيُّ الْمُخْبِلُ الْجُنُونُ

سود کھاتے ہیں، وہ اس شخص کی طرح کھڑے
 ہوں گے، جو شیطان سے مست اثر
 ہو کر مجنوں الحواس ہو گیا ہو۔ طبرانی اور
 اصہبانی نے یہ حدیث حضرت انسؓ سے
 اس الفاظ روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا
 «قیامت کے دن سود خوار اپنا ہونٹ
 گھسیٹتا ہوا تباہ حالت میں آئے گا» اور
 اس کے بعد حضورؐ نے مذکورہ بالا آیت
 تلاوت فرمائی۔

(۲۵۱) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَحَدٌ
 أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَتُهُ
 أَمْرَهُ إِلَى قِلَّةٍ، رَوَاهُ ابْنُ
 مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيحٌ
 الْإِسْنَادِ وَفِي لَفْظِهِ قَالَ
 الرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ
 إِلَى قِلَّةٍ وَقَالَ فِيهِ أَيْضًا
 صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
 عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے سود
 کے ذریعہ سے زیادہ مال کمایا، انجام
 کار اس میں کمی ہوگی۔

ف امام حدیث عبد الرزاق نے معر
 سے نقل کیا ہے کہ معمر نے فرمایا کہ ہم نے
 سنا ہے کہ سودی کام پر چالیس
 سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس پر گھاٹا
 دمقان آجاتا ہے یعنی کوئی حادثہ پیش

امت کے کچھ لوگ غرور و تکبر اور لعبت
کی حالت میں رات گزاریں گے۔ وہ صبح
کے وقت بندر اور خنزیرین جائیں گے
کیونکہ انہوں نے حرام کو حلال ٹھہرایا
اور گانے والی عورتیں رکھیں اور شراب
پی اور سود کھایا اور ریشم کا لباس
پہنا تھا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس امت کی ایک جماعت مکانے
پینے اور لہو لعبت (کھیل کود) کی حالت
میں رات گزارے گی۔ تو وہ ایسی حالت
میں صبح کرے گی، کہ بندر اور سور کی صورت
میں سخی ہوئی ہو۔ اور اسی امت کے
بعض افراد کو خست زمین میں دھنس
جانے اور قذف (آسمان سے پتھر
برسنے کا) فرر پہنچے گا۔ یہاں تک کہ جب
لوگ صبح کو اٹھیں گے تو آپس میں یوں کہیں گے
کہ آج رات فلاں خانداں زمین میں دھنس گیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
عَلَىٰ أَشْرَوْا بَكَرًا وَلَعِبًا وَلَهُمْ
فَضْلُ جَوْادِ قَرْدَةٍ وَخَنَازِيرٍ بِأَعْيُنِهِمْ
الْمَحَارِمَ وَاتَّخَذُوا قَيْنَاتٍ
وَشَرِبُوا الْخَمْرَ وَكَلِمَةُ الرَّبِّ
وَلَبَسُوا الْحَرِيرَ وَرَأَىٰ عَنْهُ اللَّهُ
بْنُ الْإِمَامِ أَحْمَدُ فِي زَوَائِدِهِ ۖ
(۲۸) وَرَوَىٰ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيَّيْتُ قَوْمًا
مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَىٰ طَعْمِ
شَرْبٍ وَلَهُمْ وَلَعِبٍ فَيُصْبِحُوا
قَدْ مَسَّخُوا قَرْدَةً وَخَنَازِيرَ
وَلَيُصْبِحُنَّ لَهُمْ خُسْفٌ وَقَدْ وَفَّ
حَتَّىٰ يُصْبِحَ النَّاسُ يَفْقَهُونَ
خُسْفَ اللَّيْلَةِ بِنْتِي فُلَانٍ
وَخُسْفَ اللَّيْلَةِ بِنْتِ فُلَانٍ
وَلَتُرْسَلَنَّ عَلَيْهِمْ حِجَارَةٌ
مِّنَ السَّمَاءِ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلَىٰ

اور فلاں کا گھر بار زمین میں دھنسا گیا اور
 اُن پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے
 جس طرح قوم لوط پر برسائے گئے تھے۔
 اس کے قبائل پر اور گھروں پر اور ان پر نہایت
 تیز تند آندھی بھیجی جائے گی جس نے قومِ حما
 کو تباہ کر دیا تھا۔ اس کے قبائل پر اور گھروں
 پر یہ دھنسانے اور پتھر برسانے کے عذاب
 ان کے شراب پینے اور ریشم پہننے اور سود
 کھانے اور قطع رحمی کرنے کی وجہ سے ہوگا اور
 ایک اور ضحلت کی وجہ سے ہوگا، جس کو جعفر
 (اسی حدیث کے راوی) بھول گئے ہیں۔ اس
 حدیث کو امام احمد نے مختصراً روایت کیا ہے
 یہ الفاظ بہت ہی سہمی گئے ہیں۔

قَوْمٌ لُّوطٍ عَلَىٰ قَبَائِلَ
 فِيهَا وَعَلَىٰ ذُرِّيَّتَيْنِ
 عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ
 الَّتِي أَهْلَكَتْ عَادًا
 عَلَىٰ قَبَائِلَ فِيهَا
 وَعَلَىٰ ذُرِّيَّتِهِمُ
 الْخَمْرَ وَلَبِسَهُمُ الْحَرِيرَ
 وَارْتَخَاذِهِمُ الْقِيَمَاتِ
 وَكَلِمَاتِ الرَّبِّ أَوْ قَطِيعَةٍ
 الرَّحْمِ وَخَصَلَتْنِيهَا
 جَعْفَرٌ، رَوَاهُ أَحْمَدُ
 مُخْتَصَرًا وَالْبَيْهَقِيُّ
 وَاللَّفْظُ لَهُ ۞

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی
 ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کو سو دینے والے اور سو دینے
 والے پر اور سو دینے والے کو تھریا حساب لکھنے
 والے اور صدقہ (واجبہ نہ دینے والے پر لعنت

(۲۹) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَعَنَ أُمَّةَ الرِّبَا وَمُؤَكَّلَهُ
 وَكَاتِبَهُ وَمَانِعَ الْمَدَقَةَ

دَكَانَ يَنْهَى عَنِ التَّوَجُّرِ وَرَوَاهُ
النَّسَائِيُّ

فرماتے ہوئے سنا اور آپ نوح
بلند آواز سے رونے کو منع فرماتے تھے۔

(۳۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَحْمَرَ
مَا نَزَلَتْ آيَةُ الرَّبِّ بَوَّأَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قُبُضَ وَلَمْ يَقْسِرْهَا
لِنَافِدَعُوا الرَّبَّ بَوَّأَنَّ
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو
آخری آیت نازل ہوئی وہ سورہ کے متعلق
ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کی پوری تشریح بیان نہیں فرمائی
تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ لہذا سورہ بھی
چھوڑ دو۔ اور ان چیزوں کو بھی چھوڑ دو
جن میں سورہ کا شائبہ ہو۔

فَمَا شَدَا :- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول کی پوری تفصیل
و تشریح شروع رسالہ میں گزر چکی ہے۔ جن میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم
کا یہ ارشاد سورہ و ربوا کی اس خاص صورت سے متعلق ہے جو ربوا کے معنی میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے اضافہ ہوئی ہے یعنی چھ چیزوں کی باہمی بیخ و ثمر
میں کبھی بیخی یا ادھا کرنے کو سورہ قرار دیا ہے جیسا کہ بعد کی حدیث ۳۱، ۳۲، ۳۳
میں یہ مضمون آ رہا ہے۔

اس میں یہ اشتباہ رہا کہ ان چھ چیزوں کے حکم میں دوسری اشیاء داخل
ہیں یا نہیں، اور اگر ہیں تو کس علت اور کس ضابطہ سے۔

باقی ربوا کا وہ متعارف مفہوم جو نزول قرآن سے پہلے بھی نہ صرف سمجھا

جاتا تھا بلکہ عرب میں اس کے معاملات کا عام رواج تھا۔ نہ اس میں کوئی اہتمام
 و اشتباہ تھا، نہ اس میں فاروق اعظم یا کسی دوسرے صحابی کو کبھی کوئی تردد
 پیش آیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
 سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا "سونے کو سونے کے بدلے میں
 صرف اس صورت سے بیچو جب برابر ہو
 اور اس میں بعض کو بعض پر زیادہ نہ کرو،
 اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں صرف اس
 صورت میں بیچو جب برابر ہو اور اس میں
 بعض کو بعض پر زیادہ نہ کرو اور ان میں
 سے کسی غیر موجود چیز کو موجود کے بدلے میں
 نہ بیچو۔ یعنی ادھار فروخت نہ کرو۔"

(۳۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ
 بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا
 تَشْفُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا
 تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا
 بِمِثْلٍ وَلَا تَشْفُوا بَعْضَهَا عَلَى
 بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا
 بِمَا حِزْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
 سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا، کہ سونے کا مبادلہ سونے سے،
 چاندی کا مبادلہ چاندی سے، گہیوں کا
 گہیوں سے، جو کا جو سے، چھوڑے کا
 چھوڑے سے، نمک کا نمک سے،

(۳۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّذَهَبَ
 بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ
 وَالْبُرَّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرَ
 بِالشَّعِيرِ وَالنَّمْرَ بِالنَّمْرِ وَالْمَلْحَ بِالْمَلْحِ

برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا
چاہیے۔ جس شخص نے زیادہ دیا، یا زیادہ
طلب کیا، تو اس نے سودی معاملہ کیا لینے
والا اور دینے والوں کو برابر ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی
مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
سونے کا مبادلہ سونے سے، چاندی
کا چاندی سے۔ گہوں کا گہوں سے بحر
کا جو سے۔ چھوڑے کا چھوڑے
سے، نمک کا نمک سے، برابر برابر
اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا چاہیے۔
اور جب یہ اصناف بدل جائیں یعنی
گہوں کا جو سے اور سونے کا چاندی
سے مبادلہ کیا جائے تو جس طرح
چاہو خرید و فروخت کرو لیکن
یہ خرید و فروخت بھی ہاتھ در ہاتھ
(نقد) ہونی چاہیے۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ

مِثْلًا بِمِثْلٍ مِثْلًا مِثْلًا
فَمَنْ نَرَاكَ أَوْ اسْتَرَاكَ
فَعَدَّ امْرُؤِي الْأَخِيذُ وَالْمُحِطِي
فِيهِ سَوَاءٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
(۳۳۱) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ
الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَ
الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ
بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ
وَالشَّمْرُ بِالشَّمْرِ وَالْمِلْحُ
بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ
سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ
فَإِذَا اخْتَلَفَ هَذَا
الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ
شِئْتُمْ إِذَا كَانَ مِثْلًا بِمِثْلٍ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ ،

(۳۳۲) عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَتَبَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

اہل نخبہ ان کو ایک فرمان بھیجا جس میں
تحریر فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص ربا
کا کاروبار کرے گا وہ ہمارا ذمی ہو کر
نہیں رہ سکتا۔

وَسَلَّمَ إِلَىٰ أَهْلِ نَجْرَانَ وَهُمْ
لِنَصَارَىٰ إِنَّ مِنْ بَاعِ مِنْكُمْ
بِالرِّبَا فَخَلَا ذِمَّةَ لَهُ دَكْنُ
الْعَمَالِ بِرُؤْسِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ۲۳۳

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کا قانونِ ربا پوری مملکت کے سب لوگوں پر عادی تھا۔

حضرت ہزار بن عازبؓ اور زید
بن ارقمؓ رضی اللہ عنہما نے یہ کہہ کر ہجر
تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے (اپنے کاروبار کے متعلق) سوال
کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر معاملہ
دست بدست ہو تو مضائقہ نہیں مگر
ادھار پر یہ معاملہ جائز نہیں۔

(۳۵) عَنِ النَّبِيِّ بْنِ عَمْرٍو
وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ قَالَا سَأَلْنَا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَكُنَّا تَا حِرِينَ فَقَالَ
إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ
وَلَا يَمْلِكُ نِسِيَّةَ دَكْنٍ بِرُؤْسِ
عَبْدِ الرَّزَاقِ فِي الْجَامِعِ ۲۳۳

یہ سوال بظاہر دو مختلف جنسوں کو باہم کم و بیش فروخت کرنے کے متعلق تھا

جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ
کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، کہ میں نے
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ
اپنی ایک کینز (مراکری) عطار ملنے کے

(۳۶) عَنِ امْرَأَةٍ أَيْ سَفِيَّانَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَتْ سَأَلْتُ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
فَقُلْتُ بَعْتُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ
جَانِيَّةً إِلَى الْعَطَاءِ بِمَا جَاءَنِي

وقت تک) ادھر پر آٹھ سو روپے میں فروخت
 کی اور پھر یہی کیزان سے چھ سو روپے میں
 خرید لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گویا چھ سو
 روپے ترض دے کر میعاد مقررہ پر آٹھ سو
 روپے کی مستحق ہو گئی۔ دوسو روپے بقیہ کے
 مل گئے، حضرت عائشہؓ نے شراب یا کھانسی
 قسم! تم نے نہایت برا معاملہ کیلئے زید بن
 ارقمؓ کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ تم نے یہ رسوی
 معاملہ کر کے اپنا جہاد ضائع کر دیا جو تم نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا
 زوجہ ابوسفیان نے عرض کیا، تو یہ بتلائیے
 کہ اگر میں ان سے صرف اپنا اس المال یعنی
 چھ سو روپے لے لوں، باقی چھوڑ دوں تو
 کیا گناہ سے بری ہو جائیں گے۔ حضرت
 عائشہؓ نے فرمایا، کہ ہاں جس شخص کو اس
 کے رب کی طرف سے نعمت پہنچ جائے اور وہ
 اپنے گناہ سے باز آجائے تو پچھلا گناہ معاف
 ہو جاتا ہے اور قرآن میں اس کا فیصلہ خود
 موجود ہے کہ جس نے سودی معاملہ کر لیا ہو

وَابْتَعَتْهَا مِنْهُ بِسِتْمِائِيهِ
 فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهَا بَيْسٌ وَاللَّهِ
 مَا اشْتَرَيْتِ أَبْلَغِي
 خَرِيْدَ بَنِ أَرْقَمَ إِنَّهُ
 قَدْ أَبْطَلَ جِهَادَهُ
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِلَّا أَنْ يَتُوبَ
 قَالَتْ أَفَرَأَيْتِ
 إِنْ أَخَذْتُ مِائَتَ
 مَالِي وَقَالَتْ
 لَا بَأْسَ مَنْ جَاءَكَ
 مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ
 فَانْتَهَى ذَلِكَ
 مَا سَلَفَ وَإِنْ
 تَبَتُّمُ وَتَلَكُمُ
 رَوْسُ أَمْوَالِكُمْ
 كُنْزُ الْعَمَالِ بِمَوْعِزَةِ الرَّزَاقِ

اس کو اصل اس المال میں لگانا زیادتی نہ ملے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا تھا۔ اس نے مجھے ایک ہدیہ پیش کیا تو یہ میرے لئے حلال ہے عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ یا تو اس کے ہدیہ کے بدلہ میں تم بھی کوئی ہدیہ اس کو دے دو یا پھر اس ہدیہ کی قیمت ان کے قرض میں مجرا کر دو یا ہدیہ واپس کر دو (دوسرے یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس نے قرض کے بدلہ میں یہ ہدیہ دیا ہو۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کسی بھائی کو متراض دو پھر وہ تمہیں کوئی طبق کھانے وغیرہ کا بطور ہدیہ پیش کرے تو اس کا ہدیہ قبول کر لو وہ اپنی سواری پر تمہیں سوار کر لے تو سوار نہ ہو، بجز اس صورت کے کہ متراض دینے سے

فی الجامع وابن ابی حاتمہ ۲۳۳

(۳۷) عَنْ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ إِنِّي أَقْرَضْتُ رَجُلًا فَتَرَضًّا فَأَهْدِي لِي هَدِيَّةً قَالَ نَبِيَّهُ مَكَانَهُ هَدِيَّةً أَوْ أَحْسَبُهَا لَهُ مِمَّا عَلَيْهِ (كنز بر من عبد الوفاق في الجامع صفحہ ۲۳۵ جلد ۲)

(۳۸) عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا أَقْرَضْتَ أَخًا مِنْكُمْ أَحْسَبُ قَرْضًا فَأَهْدِي إِلَيْهِ مَلْبَعًا فَلَا يَقْبَلُهُ أَوْ حَمَلَةً عَلَى دَابَّتِهِ فَلَا يَكْتَبُهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ

سے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر سود دینے والا اس پر راضی بھی ہو تب بھی سود جائز نہیں ہوتا۔ اس میں تراویحی طریقہ کافی نہیں ۱۲ منہ ۳

جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ
مِثْلُ ذَلِكَ -

(ابن ماجہ باب
الْقَرْضِ وَسَنْنِ بِيَهْقَى)

پہلے بھی ان دونوں میں اس طرح کے
معاملات ہدیہ لینے دینے کے جاری ہوں
تو ہدیہ لینا جائز ہے (کیونکہ اس صورت
میں یہ واضح ہے کہ یہ ہدیہ قرض کی وجہ سے
نہیں دیا گیا)

(۳۹) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

سَيْرِيْنٍ أَنَّ اَبِيَّ بَنَ

كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

أَهْدَى إِلَى عُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

مِنْ تَمْرَةٍ ارْتَضَاهُ

فَرَدَّهَا فَتَالَ أَلِيٌّ

لِمَا رَدَدْتُكَ هَدِيَّتِي

وَقَدْ عَلِمْتُ أَيْ مِنْ

أَطْيَبِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

تَمْرَةٌ هُدَيْتِي مَا تَرَدُّ

عَلَى هَدِيَّتِي وَكَانَ مَخْرُوضًا اسْلَفَهُ عَفْرَةُ

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنے باغ کا پھل

بطور ہدیہ بھیجا، حضرت فاروق اعظم نے

واپس کر دیا۔ اُبی بن کعب نے شکایت کی۔

اور عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے باغ

کا پھل سارے مدینہ میں لطیف و افضل ہے

(یعنی ظاہری عمدگی کے اعتبار سے بیجا مال

قیمت ہونے کے اعتبار سے) پھر آپ نے اس

کو کیوں رد کیا، اس کو واپس لیجئے۔ بعض

روایات میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے

ابن کعب کو دس ہزار درہم متروک

سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں دس ہزار کی رقم کوئی معمولی رقم نہ تھی جس کو کبھی مصیبت کے دفع
کرنے کے لئے لیا گیا ہو بلکہ تجارتی قسم کا سود معلوم ہوتا ہے ۱۲ منہ -

الْأَبِ دُرْهَمًا كَنْزًا
بِرْمَزِ بِنَادِيٍّ وَمُسْلَمٍ
وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي
الْجَامِعِ ص ۲۳۵ ج ۳

دیئے تھے ، خطرو یہ ہوا کہ کہیں یہ حدیہ
اس سترض کے عوض میں نہ ہو۔ بعد میں
ابی بن کعب کی یقین دہانی اور ان کے سابقہ
معاملات پر ننگے ثانی فرما کر فاروق اعظم
نے قبول فرمایا۔ جیسا کہ اوپر حضرت
انس کی حدیث میں ایسی صورت کو مستثنیٰ
سترا دیا ہے جس میں سترض لینے اور
دینے والے کے درمیان پہلے سے حدیہ
دینے کا رواج تھا، اور یہی وجہ ہے کہ ان
اعظم نے قبول حدیہ کا اصرار کرنے کے باوجود
حضرت ابی بن کعب کا خود بھی فتویٰ یہی ہے
کہ جس شخص کے ذمہ اپنا سترض ہو، اس
سے ہدیہ قبول کرنا درست نہیں، جیسا کہ
روایت نمبر ۴۷ سے واضح ہے۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی
اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم کسی
کو قرض دو پھر وہ تم کو کچھ حدیہ دے
پس اپنا قرض لے لیا کرو، اور حدیہ
لوٹاؤ یا کرو۔

وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا اقْرَضْتَ
رَجُلًا قَرْضًا فَأَهْدَى لَكَ
هَدِيَّةً فَخُذْ قَرْضَكَ وَلَا تَدِرْ
إِلَيْهِ هَدِيَّتَهُ ذَكَرَهُ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ فِي الْمَبْلَغِ ص ۲۳۵ ج ۳

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ
عندہ فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو قرض
دو تو اس کا ہدیہ گوشت کا یا عاریۃ اس کی
سواری کو قبول نہ کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت
کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا، جو قرض کوئی نفع پیدا
کرے وہ تباہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل
کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک
کرنا چاہتے ہیں تو ان میں ربا یعنی سودی کاروبار

(۴۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا
اسْتَلَفْتَ رَجُلًا سَلْفًا فَلَا تَقْبَلُ
مِنْهُ هَدِيَّةَ كِرَاعٍ أَوْ عَارِيَّةَ
رُكُوبٍ ذَاتِ ذِكْرٍ فِي الْكَنْزِ
بِرِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ فِي الْجَامِعِ ۳۳
(۴۲) عَنْ أَبِي لَهْوٍ مَسِينٍ
عَلِيٌّ رَضِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَرْضٍ جَرٌّ
مَنْفَعَةٌ فَهُوَ رِبَا ذَكَرَهُ فِي الْكَنْزِ
بِرِوَايَةِ حَارِثِ بْنِ أَبِي أُسَامَةَ فِي
مُسْنَدِ مَثَلِهِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ
وَتَكَلَّمَ عَلِيٌّ اسْتِزَادَ فِي قَبِيضِ
الْعَتِيدِ وَلَكِنَّ شَارِحَةَ الْعَزِينِي
قَالَ فِي السِّرَاحِ الْمُنْبَرِ قَالَ الشَّيْخُ
حَدِيثٌ حَسَنٌ يُغَيِّرُهُ ۳۴

(۴۳) إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ
هَلَاكًا فَشَى فِيهِمُ الرِّبَا فَوَى عَنْ
عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكَزِ بِرِوَايَةِ
مُسْنَدِ الْفَرُوسِ الْمَدِينِيِّ ۳۳

پھیل جاتا ہے۔

حضرت فاروق عظیمؓ نے ایک روز خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ہم ابواب ربانی کی قیاس نہیں جانتے اور بلاشبہ اگر مجھے اقسام ربانی پوری حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ پوری سلطنت مصر اور متعلقہ مصر کی مجھے حاصل ہو لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ربانی حقیقت بھی ہم ہے۔ کیونکہ ربانی بیت سی اقسام ایسی ہیں جو کسی پر مخفی نہیں منجملہ ان کے ایک قسم ربو اکی یہ ہے کہ جانوروں میں بیع سلم (بدھنی کی جانے اور ایک یہ ہے کہ سچوں کی بیع ان کے کچپا ہونے کی حالت میں پکنے سے پہلے کر دی جائے اور یہ کہ سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار پر فروخت کیا جائے۔

حضرت شجعیؓ رہنفرماتے ہیں کہ حضرت

(۳۴) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّهُ خَطَبَ فَعَالَ إِنَّكُمْ
تَزْعُمُونَ أَنَّا لَا نَعْلَمُ
أَبْوَابَ الرَّبِّ لِأَنَّ الْكُونَ
أَعْلَمَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ
يَكُونَ لِي مِصْرٌ وَكُورْهَآ
وَلَأَنَّ مِنْهُ أَبْوَابٌ
لَا تَخْفَى عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهَا
السَّلْمُ فِي السِّنِّ وَأَنَّ
تُبَاعَ الثَّمَرَةُ وَهِيَ
مَعْصِفَةٌ لِيَمَا تَطْبُ وَأَنَّ
يُبَاعَ الْمَذْهَبُ بِالْوَرِقِ
نَسَاءً رَذَكَرَهُ فِي الْكَنْزِ
بِرَوْزِ عَبْدِ الرَّسَّاقِ فِي
الْحِجَابِ مَعَ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (۳۳)

(۳۵) عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ

عہ اس سے واضح ہو گیا کہ فاروق عظیمؓ نہ کا تو رد مطلق مفہوم ربانی نہیں بلکہ اس خاص ربانی جو عرب میں پہلے معروف نہ تھا۔ حدیث سے معلوم ہوا ۱۲ منہ

مَالَ عُمَرَ مَرْتَكُنَا تَسْعَةَ أَعْشَارٍ
 الْحَسَلِ مَخَافَةَ الرَّبِّ وَارْتُكُوهُ
 فِي اللَّكْزِ بِمَوْعِدِ الرَّزَاقِ فِي الْجَامِعِ
 عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا
 کہ ہم نے تو سے فی صدی حلال کو ربوا کے
 خوف سے چھوڑ رکھا ہے۔

صفحہ ۲۳۱ جلد ۲

اس روایت اور اس سے پہلی روایت سے یہ واضح ہو گیا کہ فاروق اعظم
 رضی اللہ عنہ نے جو اس پر انہارِ افسوس کیا کہ آیاتِ حرمت سود نازل ہونے
 کے بعد ہمیں اتنی جہلت نہ ملی کہ ربوا کی پوری تشریحات رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے معلوم کر لیتے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں
 کہ ربوا کا مفہوم عرب کے نزدیک مبہم یا مجمل تھا، بلکہ مطلب صرف یہ
 ہے کہ اس کی ان اتسام کی تشریحات میں کچھ ابہام رہ گیا، جن کو رسول کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم نے مفہوم ربوا میں داخل فرمایا ہے۔ قرض پر نفع لینے کا ربوا جو
 قرآن میں مذکور ہے اس میں کوئی ابہام و اجمال نہیں۔

(۲۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ
 سَأَلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُونُ
 لَهُ الْعَقْدُ عَلَى رَجُلٍ
 إِلَى آجَلٍ فَيَقُولُ عَجَلٌ
 لِي وَأَنَا أَضَعُّ عَنْكَ
 لِأَبْسَاسٍ بِذَلِكَ وَاسْمًا
 حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی
 اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے کبھی شخص
 نے سوال کیا کہ کسی شخص کے ذمہ کسی کا
 کوئی قرض ہو اور وہ میعاد مقرر سے
 پہلے یہ کہے کہ میرا دوپہ آپ نعت
 دے دیں تو میں اپنے قرض کا کوئی
 حصہ چھوڑ دوں گا۔ ابن عباس نے

الذَّبَابُ أَحْرَبِيٌّ وَأَنَا
أَبِي شَيْبَةَ) (کنز بر مزابین
فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں،
رہا تو اس میں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے
کہ مجھے میعاد مقرر سے مزید مہلت
تشریح میں دے دو تو میں تمہیں
اتنی رستم زیادہ دے گا۔ اس میں رُبا
نہیں کہ میعاد سے پہلے دے دو تو اتنی رستم کم کر دوں گا۔

(۴۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
لَا تَشَارِكْ يَهُودِيًّا وَلَا
نَصْرَانِيًّا وَلَا مَجُوسِيًّا قِيلَ
وَلِمَ قَالَ لِأَنََّّهُمْ يُرْبُونَ
وَالذَّبَابُ لَا يَحِلُّ رُكْنَ بَرْمَزِ
عَبْدِ الرَّزَّاقِ فِي الْجَامِعِ ۲۳۲

حضرت عبداللہ ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی یہودی،
نصرانی یا مجوسی کے ساتھ شرکت
کا کاروبار نہ کرو، لوگوں نے وجہ دریافت
کی تو سنرمایا کہ یہ لوگ ربا کے معاملات
کرتے ہیں اور ربا حلال نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ سود
خواروں کے ساتھ کاروبار میں شرکت کرنا بھی حرام ہے۔

ارادہ یہ کیا تھا کہ سود کی حرمت سے متعلق ایک چھل حدیث جمع
کردی جائے۔ جمع کرنے کے وقت چالیس سے بھی زیادہ احادیث
جمع ہو گئیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات قرآن کریم کی تفسیر ہوتے ہیں۔ ان ارشادات کے مجموعہ پر جو شخص دینت داری کے ساتھ نظر ڈالے گا اس کے سامنے سے وہ سب شبہات دور ہو جائیں گے جو آج کل عام طور پر مسئلہ سود کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں اور شروع رسالہ میں ان کے جوابات بھی لکھے گئے ہیں یہاں پر مسئلہ سود کے پہلے حصے کو ختم کرتا ہوں دوسرے حصے لے اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو بعد میں لکھے جاویں گے۔ واللہ الموفق والمعين۔

بِسْمِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ شَفِيعٌ عِنْدَ اللَّهِ

ضمیمہ متعلقہ ص ۳۱

صحیح بخاری باب بدء الوحي میں ابوسفیان کی سرکردگی میں تجارت عرب کے ایک قافلہ کا ذکر ہے کہ وہ ہرقل قصیر روم کے دربار میں پیش ہوا۔ اس قافلہ کے متعلق فتح الباری میں بروایت ابن اسحاق ابوسفیان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہرقل کے دربار میں انہوں نے یہ بیان دیا کہ:-

”ہم ایک تجارت پیشہ قوم ہیں مگر عرب کی قبائلی جنگوں کی وجہ سے

راستہ ناموں نہیں تھا، جب حدیبیہ کی صلح کا معاہدہ ہوا تو ہم ملک شام کی

طون تجارت کے لئے نکلے۔ اور خدا کی قسم میرے علم میں تکہ کا کوئی فرد مر دیا

سعیت ایسا نہیں جس نے اس تجارتی قافلے میں حصہ نہ لیا اور فتح الباری ص ۱۱۱

سے الحمد للہ کہ اس رسالہ کی طبع ثانی کے وقت رسالہ تقسیم دولت کا اسلامی نظام اور بلا سود بینک کاری - بیسہ زندگی - پراویڈنٹ فنڈ اور احکام القمار طبع ہو چکے ہیں۔ اور مسئلہ سود کا دوسرا حصہ مولوی محمد تقی سلمہ نے مکمل کر لیا ہے جو اگلے صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے ۱۲ منہ

حصہ دوم

تجارتی سود

عقل اور شرع کی روشنی میں

مؤلفہ

مولانا محمد تقی عثمانی

حرف آغاز

لِحَمْدِ اللَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ.

کافی عرصہ ہوا جناب یعقوب شاہ صاحب آڈیٹر جنرل پاکستان نے «سود سے متعلق چند سوالات» کے نام سے ایک سوال نامہ مرتب کیا تھا، جس میں انہوں نے مختلف علماء کرام کے سامنے اپنے وہ اشکالات پیش کئے تھے جو انہیں تجارتی سود کی حرمت پر پیش آئے، انہوں نے بلینج جسٹس اور تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد اپنے وہ تمام نکات اس سوال نامے میں لکھ دیئے تھے جن کے تحت وہ یہ سمجھتے تھے کہ تجارتی سود حلال ہونا چاہیے۔

اس سوال نامے کی ایک کاپی میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم العالی کے پاس بھی آئی۔ یہ سوال نامہ عرصہ تک والد صاحب مدظلہم کے پاس رکھا رہا اور آپ اس پر ہجوم مشاغل کے سبب کچھ تحریر نہ فرما سکے۔ اس کے پورے عرصے بعد جناب ماہر القادی (مدیر فاران کراچی) نے اسی مسئلہ پر ایک اور کتاب والد صاحب مدظلہم کو تبصرے کے لئے

دی، جو ادارہ ثقافت اسلامیہ کے رفیق جناب محمد جعفر شاہ صاحب پھلواڑی کی تالیف کردہ تھی، اس کا ایک جزو جناب یعقوب شاہ صاحب کا سوال نامہ بھی تھا، اور پھر جناب جعفر شاہ صاحب نے اسی کے جواب میں تجارتی سود کی نفی حیثیت سے بحث کی تھی۔ اسیہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ تجارتی سود حرام نہیں۔

یہ کتاب بھی کافی دنوں تک والد صاحب قبلہ کے پاس رکھی رہی اور بے شمار مصروفیات کے سبب والد صاحب اس پر بھی کچھ تحریر نہ فرما سکے، بالآخر یہ دونوں چیزیں احقر کو عنایت فرمائیں اور حکم دیا کہ اس پر میں کچھ لکھوں، علمی بے مائیگی کے باوجود تعمیل حکم کے لئے احقر نے اپنی بساط کے مطابق غور و فکر اور تحقیق کر کے کچھ لکھ دیا۔ اب یہ موصوف کی نظر ثانی اور اصلاح درمجم کے بعد آپ کے سامنے ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ آج کل دنیا میں سود کی دو صورتیں معدوم ہیں۔

(۱) ہباجنی سود، جو کسی وقتی اور شخصی ضرورت کے واسطے لئے ہوسے قرض

(USURY) پر لیا جائے۔

(۲) تجارتی سود، جو کسی نفع آور (PRODUCTIVE) کام کے واسطے لئے

ہوئے قرض پر لیا جائے۔

قرآن و حدیث کی نصوص اور اجماع امت سود کی ہر قسم اور ہر شعبے کو سخت ترین

حرام قرار دیتے ہیں، اور پہلی قسم کو تو سود کو حلال قرار دینے والے حضرات بھی حرام ہی کہتے

ہیں، محترم یعقوب شاہ صاحب اور محمد جعفر شاہ صاحب پھلواڑی کو سود کی جس صورت

کے حرام ہونے میں شبہ ہے وہ سود کی دوسری صورت یعنی تجارتی سود ہے۔ اس لئے

ہم بھی اپنے اس مقالہ میں تجارتی سود ہی سے بحث کریں گے۔ مہاجنی سود ہمارے
موضوع بحث سے خارج ہے۔

ان صفحات میں اُن دلائل کا جائزہ لینا مقصود ہے جو تجارتی سود کے حواز
پر پیش کئے گئے ہیں واللہ المستعان !!

محمد تقی عثمانی

فقہی دلائل

پہلے ان دلائل کو لیجئے جو تجارتی سود کو جائز قرار دینے والے حضرات فقہی زاویہ نگاہ سے پیش کرتے ہیں، ان حضرات کے دو گروہ ہو گئے ہیں، بعض تو وہ ہیں جو اپنے استدلال کی بنیاد اس بات پر رکھتے ہیں کہ تجارتی سود عہد رسالت میں رائج تھا یا نہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم میں حرام سود کے لئے «الزبوا» کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد سود کی وہ مخصوص شکل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ سے پہلے عہد جاہلیت میں رائج تھی۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے بلا واسطہ مخاطب اہل عرب ہیں، ان کے سامنے جب «الزبوا» کا ذکر کیا جائے گا تو مراد وہی «زبوا» ہوگا جو ان کی نگاہ میں جانا پہچانا مذکورہ ہو، اور جب ہم اس زمانے میں سود کی مردوجہ صورتوں میں جستجو کرتے ہیں، تو ہمیں کچھیں تجارتی سود کی شکل نہیں دکھائی دیتی، تجارتی سود اہل یورپ کی ایجاد ہے اور صنعتی انقلاب کے بعد جب صنعت و تجارت کو فروغ نصیب ہوا ہے اس وقت تجارتی سود (COMMERCIAL INTEREST) کا لین دین شروع ہوا ہے لہذا جن آیات سے سود کی حرمت معلوم ہوتی ہے ان سے تجارتی سود کے حرام ہونے پر استدلال صحیح نہیں ہم پہلے اسی گروہ کے اس استدلال کا جائزہ لیتے ہیں :-

ہماری نظر میں ان حضرات کا یہ استدلال بہت سطی ہے، اس لئے کہ ان حضرات نے اپنی اس دلیل کی اس عمارت کو دو ہی ستونوں پر کھڑا کیا ہے، ایک تو یہ کہ «الزبوا» سے مراد «زبوا» کی وہی شکل و صورت ہے جو زمانہ رسالت میں رائج تھی، اور دوسرے یہ کہ تجارتی سود اس زمانے میں رائج نہیں تھا، اور ان ستونوں کو ذرا سی توجہ سے ٹٹونک

بجا کر دیکھئے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ دونوں کھوکھلے ہیں۔

اول تو یہ بات ہی بے وزن ہے کہ "دبوا" کی جو شکل و صورت عہد جاہلیت میں رائج نہ ہو وہ حرام نہیں، اس لئے کہ اسلام کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت سامنے ہوتی ہے۔ اسی پر احکام کا دار و مدار ہوتا ہے۔ شکل و صورت کے بدلنے سے احکام میں کوئی فرق نہیں آتا، قرآن نے "الخمور" (شراب) کو حرام قرار دیا ہے، زمانہ نبوت میں وہ جس شکل و صورت کے ساتھ معروف تھی اور اس کے بنانے کے جو طریقے رائج تھے وہ سب بدل گئے مگر چونکہ حقیقت نہیں بدلی، اس لئے حکم بھی نہیں بدلا، ڈبکستور حرام رہی۔ "الغشائ" (بدکاری) کی صورتیں اس زمانے میں کچھ اور تھیں آج کچھ اور ہیں، زمین و آسمان کا فساد ہے مگر بدکاری بدکاری ہی ہے۔ اور قرآن کے وہی احکام اس پر نازل ہیں۔ سود اور قمار کا بھی یہی حال ہے، اس زمانے میں اس کی جو شکل و صورت معروف تھی، آج اس سے بہت مختلف صورتیں رائج ہیں، مگر جس طرح مشینوں اور سائینٹفک طریقوں سے کشیدگی ہوئی شراب شراب ہے، اور سیناؤں اور گلابوں کے ذریعہ پیدا کی ہوئی آسٹنائیاں اور ان کے نتیجے میں بدکاریاں، بدکاریاں ہی ہیں تو اگر سود اور قمار کو نئی شکل دے کر بینکنگ یا لائٹری کا نام دیدیا جائے تو اس سے اس کے احکام کیوں بدلیں؟ یہ تو ایسا ہی ہو گیا جیسے کسی ہندوستانی ماہر موسیقی نے عرب کے بتوں کا گانسان کر کہا تھا کہ قربان جائیے اپنے نبی کے انہوں نے ان لوگوں کا گانا سنا اس لئے حرام قرار دے دیا، یہ بے شک حرام ہی ہونا چاہیے، اگر ہارا گانا سنتے تو کبھی حرام نہ کہتے۔

قرآن نے جو سود کی حرمت کا حکم دیا ہے اُسے احتیاجی اور صرفی سود کے

ساتھ مخصوص کرنے کی حیثیت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

پھر اس دلیل کا دوسرا
کیا تجارتی سود عہد رسالت میں رائج نہ تھا؟ مقدمہ سبھی درست نہیں

کہ "کمرشل انٹرنٹ" عہد جاہلیت میں رائج نہ تھا۔ یہ کہنا دراصل تاریخ اور روایات سے نادانیت پر مبنی ہے۔ جاہلیت عرب اور پھر اسلامی دور کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہ بات بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں سود کا لین دین مرثا جیسا ہی اور مرثی قرضوں پر نہیں تھا بلکہ تجارتی اغراض اور نفع بخش مقاصد کے لئے بھی مترض لئے اور دیئے جاتے تھے۔ ذرا ان روایتوں کو خوب غور سے دیکھئے :-

جاہلیت کے زمانے میں بنو عمرو بن	(۱) كانت بنو عمرو بن عامر
عامر بنو مغیرہ سے سود لیتے تھے اور بنو	یاخذون والولوا من بنی المغیرة و
مغیرہ انہیں سود دیتے تھے چنانچہ	كانت بنو المغیرة یؤدون لهم فی
جب اسلام آیا تو ان پر ایک بھاری	المجاہلیة فجاء الاسلام ولهم
مال واجب تھا۔	عليهم مكال كثير۔

(در منثور بحوالہ ابن جریر عن ابن جریر ص ۳۶۶ جلد اول)

اس روایت عمیس عرب کے دو قبیلوں کے درمیان سودی لین دین کا ذکر کیا

گیا ہے، یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ان قبیلوں کی حیثیت تجارتی کمپنیوں جیسی تھی۔

عہ خلیفہ وقت نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ: "بنی ثقیف پر جو میری سود کی رقم ہے اسے بھی بغیر لئے نہ چھوڑنا" ترجمہ سیرت ابن ہشام ص ۲۲۰ ج اول) اس میں متروض ایک قبیلہ ہے جو شخصی یا وقتی غرض سے ہرگز قرض نہیں لے سکتا لہذا اس کی حیثیت ہی قرضوں کی سی ہے (۱۲ مرتضیٰ عثمانی)۔

ایک قبیلے کے افراد اپنا مال ایک جگہ جمع کر کے اجتماعی انداز میں اس سے تجارت کیا کرتے تھے، پھر یہ قبیلے اچھے خاصے مالدار بھی تھے، اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ کیا دو مال دار قبیلوں کے درمیان سود کا مسلسل کاروبار کسی ہنگامی ضرورت کے لئے ہو سکتا ہے؟ یقیناً یہ لین دین تجارتی بناؤں پر تھا۔

اس دلیل پر جناب یعقوب شاہ صاحب نے دسمبر ۱۹۳۷ء کے ماہنامہ "ثقافت" میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ قرض تجارتی نہیں زراعتی ہوتے تھے، اس پر انہوں نے ایک ردائی تائید بھی پیش کی ہے مگر ہماری نظر میں اول تو ابوسنیان کے قافلہ تجارت سے اس کی صاف تردید ہو جاتی ہے اور اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ قرض خواہ تجارتی ہو یا زراعتی ہو، بہر حال نفع آمد تھا اور اگر نفع بخش نہ ہونے کے لئے زراعتی سود ناجائز ہو سکتا ہے تو تجارتی سود کی وجہ جواز اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ یورپ کی منڈیوں میں اب زیادہ ضرورت تجارتی سود ہی کی ہے، اُسے حلال کرنا پیش نظر ہے۔

دہا یہ کہنا کہ "یہ طرزِ فحیح آج کل کے ترقی یافتہ طریقے زراعت کا آئینہ دار ہے جس

سے اس کا اندازہ اس واقعے ہو سکتا ہے جو جنگِ بد کا محرک بنا، ابوسنیانؓ حالاتِ کفر میں ایک تجارتی قافلہ شلم سے لے کر آرہے تھے اور اس کے بارے میں تاریخ کہتی ہے کہ اس میں مکہ کے ہر مشرک کا حصہ تھا۔ علامہ زرقانی رحمہ اپنی مشہور کتاب "شرح الملہب اللدنیہ" میں لکھتے ہیں :-

لہم ینقو فی ولا قوشیۃ لہم شقال الابعث
 کوئی قریشی مرد ہو یا عورت ایسا نہ تھا
 جس کے پاس ایک وہیم ہو اور وہ اس نے قتل نہیں کیا

میں مٹیوں اور مصنوعی کھاد پر زور دیا جاتا ہے ورنہ پرانے زمانے میں کاشتکار جو قرض لیتے تھے وہ اقیابھی اور صرفی ہوتے تھے یہ تو یہ بہت بعید سی بات ہے اس لئے کہ قدیم زمانے میں بھی زراعت پیشہ لوگ بڑے مال دار ہوتے تھے اور بڑے اونچے پیمانے پر بھی زراعت کی جاتی تھی، پھر اس روایت میں تو قبیلوں کے اجتماعی قرض کا ذکر ہے، انفرادی قرض نہیں، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پورے کے پورے قبیلے کے قرض کو "صرفی اور اقیابی" کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۲) درمنثور ہی میں علامہ سیوطی رحم نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے :-

من لم یترک المصابوتہ
فیؤذن بحرب من اللہ ورسولہ
جو شخص مخابرہ نہ چھوٹے وہ اللہ
اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ
(ابوداؤد وحاکم) سن لے (ابوداؤد وحاکم)

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مخابرہ" کو سود ہی کی ایک صورت قرار دے کر ناجائز قرار دیا اور جس طرح سود خوار کے خلاف خدا اور رسول نے اعلان جنگ کیا ہے۔ اسی طرح "مخابرہ" کرنے والے کے خلاف بھی کیا۔

اس روایت سے استدلال سمجھنے کے لئے "مخابرہ" کا مطلب سمجھ لیجئے۔

"مخابرہ" بٹائی کی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ زمیندار کسی کاشتکار کو اپنی زمین اس معاہدے پر دے کہ کاشتکار اس کو غلہ کی ایک معین مقدار دیا کرے، فرض کیجئے کہ آپ کی ایک زمین ہے۔ اور آپ وہ زبید کو اس معاہدے پر کاشت کے لئے دیں کہ وہ غلہ کی ایک معین مقدار مثلاً پانچ من ہر فصل پر آپ کو دیتا رہے گا۔ خواہ اس کی

پیداوار کم ہو یا زیادہ یا بالکل نہ ہو۔ یا مثلاً یہ معاہدہ طے ہو کہ جتنی پیداوار پانی کی نہالیوں کے قریبی حصوں پر ہوگی وہ آپ کو دے دے اور باقی کاشتکار کا رہے۔ یہ معاملہ "مخابره" کہلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کو ربوا کی ایک شکل قرار دے کر حرام فرمایا ہے اب آپ ہی غور فرمائیں کہ یہ معاملہ ربوا کی کون سی صورت سے متعلق ہے؟ صرفی اور احتیاجی سود سے یا تجارتی سود سے؟ ظاہر ہے کہ یہ صورت تجارتی سود سے مشابہ ہے۔ جس طرح تجارتی سود میں قرض لینے والا قرض کی رقم کسی نفع آور کام میں لگاتا ہے اسی طرح مخابره میں کاشتکار زمین کو نفع آور کام میں لگا دیتا ہے، صرفی اور احتیاجی سود میں ایسا نہیں ہوتا۔

پھر جو علت تحریم "مخابره" کو ناجائز قرار دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کاشت کے بعد گل پیداوار پانچ من ہی ہو اور بیچارے کاشتکار کو کچھ بھی نہ ملے۔ یہی علت تجارتی سود میں بھی پائی جاتی ہے کہ ممکن ہے جو رقم قرض لے کر تجارت میں لگائی گئی ہے اس سے صرف اتنا ہی نفع ہو جتنا کہ اسے سود میں دیدینا ہے۔ یا اتنا بھی نہ ہو (جس کی پوری تفصیل آگے آ رہی ہے) اور یہ علت صرفی اور احتیاجی سود میں نہیں پائی جاتی ہے، کیوں کہ مفروض قرض کی رقم کسی تجارت میں نہیں لگاتا۔ اس کے حرام ہونے کی علت کچھ اور ہے۔

خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مخابره" کو "ربوا" میں داخل فرمایا اور مخابره صرفی سود کے مشابہ نہیں ہو سکتا وہ تجارتی سود کے مشابہ ہے، اس سے یہ سہی پتہ چل گیا کہ عہد رسالت میں نفع بخش کاموں میں لگانے کے لئے سودی لین دین

کارواج تھا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سود حرام ہے۔

اب آپ ایک اور روایت پر
ایک اور دلیل غور فرمائیے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاثیق
علی الناس زمان لا یبقی احد
الا کل الربوا فمن لم یأکلہ اصنا
من غبارہ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے
کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک
ایسا زمانہ ضرور آئے گا جس میں کوئی ایسا
شخص باقی نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو
اور اگر کسی نے نہ کھایا ہو گا تو اس کا غبار
من غبارہ۔

(ترمذی بحوالہ التذکرۃ لابن الجوزی)

اس تک ضرور پہنچا ہو گا۔

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے زمانے کی خبر دی ہے
جس میں سود خواری بہت عام ہو جائے گی اگر اس سے مراد موجودہ زمانہ ہے (جیسا کہ
ظاہر بھی ہے) تو آپ غور فرمائیے کہ اس زمانے میں کون سے سود کو اس قدر عموماً حاصل
ہوا ہے جس سے بچنا مشکل ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اس زمانے میں تجارتی سود عام
ہو رہا ہے اور مہاجنی سود گھٹتا جا رہا ہے۔

اور اگر حدیث میں جس زمانے کی پیش گوئی کی گئی ہے اس سے مراد کوئی آئندہ
زمانہ ہے تو اول تو بظاہر تجارتی سود ہی بڑھے گا اور مہاجنی سود گھٹتا رہے گا۔ اور
دوسرے عقلاً بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مہاجنی سود کے رواج عام سے ہر شخص تک
اس کا اثر ضرور پہنچے، یہ بات بہت بعید ہے کہ دنیا میں بسنے والوں کی اکثریت مہاجن
بن جائے اور سود لے لے کر کھاتی رہے، اور پھر اگر ایسا ہو بھی تو جو لوگ سود پر قرض

لیں گے۔ کم از کم وہ تو سود کا غبار کھانے سے بھی بچے رہیں گے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا غبار تو ضرور ہی پہنچے گا۔

سود کا ایسا رواج عام جس سے کہ ہر کس و ناکس کو اس کا کچھ نہ کچھ غبار ضرور پہنچے، تجارتی سود ہی میں ممکن ہے جیسا کہ بینکنگ کے موجودہ نظام میں ہوتا ہے۔ تقریباً آدھی دنیا کا روپہ بینکوں میں جمع رہتا ہے جس پر انہیں سود دیا جاتا ہے۔ بڑے سرمایہ داران بینکوں سے سود کا لین دین کرتے ہیں اور چھوٹے تاجر بینک میں روپہ جمع رکھتے ہیں، پھر بینکنگ کچھ اتنے بڑے پیمانے پر ہونے لگی ہے کہ ہر ایک بینک میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ نوکری کرتے ہیں۔ اس طرح کسی نہ کسی درجہ میں سود کی نجاست سے لوث ہو جاتے ہیں، اور جو لوگ براہ راست لوث نہیں ہوتے تو وہ مال جو بذریعہ سود حاصل کیا جاتا ہے، جب اس کی گردش ملک میں ہوتی ہے تو بالواسطہ ہی وہی سود کے پیسے ہر شخص لوث ہو جاتا ہے جس کو حدیث میں سود کا غبار کہا گیا ہے اور جس سے بچنے کا دعویٰ کوئی بڑے سے بڑا متقی بھی نہیں کر سکتا۔

اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد تجارتی سود ہی کے بارے میں ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت زبیر بن عوامؓ کا جو طرز عمل اس حضرت زبیر بن عوامؓ سلسلے میں روایات سے ثابت ہوتا ہے وہ بڑی حد تک اس طریقے سے مشابہ ہے جو آج بینکنگ کے نظام میں رائج ہے۔

حضرت زبیرؓ اپنی امانت و دیانت کے اعتبار سے مشہور تھے، اس لئے بڑے بڑے لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں جمع کرایا کرتے تھے اور اپنی مختلف ضروریات کی بنا پر

پر وہ اپنی پوری یا تھوڑی رقمیں واپس بھی لیتے رہتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کے بارے میں بخاری کتاب الجہاد باب بركة الغازی فی مالہ اور طبقات ابن سعد میں ضمن طبقات البیہقی من المہاجرین یہ تصریح موجود ہے کہ یہ لوگوں کی رقموں کو بطور امانت رکھنا منظور نہیں کرتے تھے بلکہ کہہ یا کرتے تھے :-

لاؤ لکن ہو سکتا
یہ امانت نہیں قرض ہے
اس کا مقصد کیا تھا؟ شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ کی زبانی سنئے :-

دکان غرضاً بذالک انہ
کان یحشی علی المال ان یضییع
فیظن ببد التقصیر فی حفظہ فرأی
ان یجعلہ مضموناً فی کون او ثقی
لصاحب المال و ابقی لمروتہ و
فاد ابن بطلال یطیب لہ ریح ذلک
المال ، (فتح الباری ص ۵۰، ۵۱ ج ۱)

اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں
خطرہ تھا کہ میں مال ضائع نہ ہو جائے اور یہ سمجھا
جائے کہ انہوں نے اس کی حفاظت میں کوتاہی
کی ہوگی اس لئے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اسے
(قرض بنا کر) ہر صحت واجب الادا قرار دے
لیں تاکہ مال والے کو بھروسہ زیادہ رہے اور ان
کی سادھ بھی قائم رہے، ابن بطلالؒ نے یہ بھی فرمایا
کہ "وہ ایسا اس لئے بھی کرتے تھے تاکہ اس
مال سے تجارت کرنا اور فائدہ کمانا ان کے
لئے جائز ہو جائے۔"

اس طریقہ سے حضرت زبیرؓ کے پاس کتنی بڑی رقمیں ہو جاتی تھیں؟ اس کا اندازہ
طبقات ابن سعد کی اس روایت سے کیجئے۔

حضرت زبیرؓ کے بیٹے عبداللہؓ فرماتے
قال عبد اللہ بن الزبیر بنحوہ

مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجِدْتَهُ الْفِي
 أَلْفٍ وَمِائَتَيْ أَلْفٍ -
 میں کہیں نے ان کے ذمہ واجب الادا قرضوں
 کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلیے۔

(طبقات ص ۲۶۱۰۹)

حضرت زبیرؓ جیسے متمول صحابی پر یہ بائیس لاکھ روپیہ کا قرض ظاہر ہے کہ کسی
 صوفی اور وقتی ضرورت کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ امانتوں کا سرمایہ تھا اور یہ تمام سرمایہ کاروبار
 ہی میں مشغول تھا، کیونکہ حضرت زبیرؓ نے وفات سے قبل اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ
 کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ہماری تمام املاک کو فروخت کر کے یہ رقم ادا کی جائے، اس کی
 تصریح بھی طبقات ابن سعدؓ ہی میں موجود ہے یا بئحی بع مَالِنَا وَاقْضِ دِينِي (بیٹے! ہمارا مال
 فروخت کر کے قرضہ ادا کرنا) (بحوالہ بالا)

امام بنوئیؒ نے بروایت عطار و عکرمہؒ ایک واقعہ نقل کیا ہے
پانچویں شہادت کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ نے ایک سودی رقم کسی
 تاجر کے ذمہ واجب تھی، اس کا مطالبہ کیا گیا تو حرمتِ ربوہ کی آیات کے تحت رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے روک دیا، اور سود کی رقم چھوڑنے کا فیصلہ کیا
 اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ نے یہ رقم ایک تاجر
 کو ترس دی تھی۔

(۶) علامہ طبریؒ نے ۲۳ھ کے واقعات

ہند بنت عتبہ کا واقعہ کہہ

ان ہند بنت عتبہ قامت
 الی عمرو بن الخطاب فاستقرضتہ
 ہند بنت عتبہ حضرت عمرؓ کے پاس
 آئی اور بیت المال سے چار ہزار ترس

من بیت المال اَدْبَعَلَالاَیْنِ تَجَرَفِیْهَا
 وَتَضَمَّنْهَا فَأَقْرَضَهَا فَمَخْرَجَتْ اِلَیَّ
 بِلَادِ کَلْبٍ فَاشْتَرَتْ وَبَاعَتْ ۱۶

ملٹے تاکہ ان سے تجارت کرے اور ان
 کی ضمان ہو، حضرت عمرؓ نے دیدینے
 چنانچہ وہ بلادِ کلب میں گئی اور مالِ حنزیہ
 کو فروخت کیا۔

ابن خاص تجارت کے لئے تجارت کے نام سے روپیہ قرض لینے اور دینے کا ذکر ہے۔
 کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں تجارت کے لئے قرض لینے دینے کا
 رواج نہ تھا، ہاں یہ صحیح ہے کہ اس قرض پر سود لینے دینے کا رواج احکامِ قرآنی نازل ہونے
 کے بعد نہ رہا تھا۔ جیسا کہ اس واقعہ میں چار ہزار قرض بلا سود دینا مذکور ہے۔

موطا امام مالکؒ میں ایک لمبی روایت ہے جس کا خلاصہ
حضرت ابن عمرؓ کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ اور حضرت
 عبید اللہؓ ایک لشکر کے ساتھ عراق گئے، لوٹتے وقت حضرت ابو موسیٰ سے ملنے گئے انہوں
 نے فرمایا کہ اگر میرے لئے آپ کو کوئی نفع پہنچانا ممکن ہو تو ضرور پہنچاؤں گا، پھر فرمایا کہ میرے
 پاس بیت المال کی ایک رقم ہے، میں وہ امیر المؤمنین کو بھیجنا چاہتا ہوں وہ میں آپ
 کو قرض دیتا ہوں آپ اس سے مال تجارت لے کر جائیں اور مدینہ جا کر فروخت کریں
 اور اصل رقم امیر المؤمنین کو پہنچا کر منافع خود رکھ لیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا (موطامالکؒ)
 ص ۲۸۵ کتابُ القراض)

اس واقعہ میں بھی تجارت ہی کے لئے قرض لیا گیا ہے۔

عہدِ سلف کے یہ چند واقعات سرسری نظر میں سامنے آئے، اگر باقاعدہ جستجو کی جائے
 تو اور بھی بہت مل سکتے ہیں لیکن ان سب کو جمع کر کے مضمون کو طول دینا بے حاصل ہی

ہوگا، مذکورہ سات پختہ شہادتیں ایک منصف مزاج انسان کو یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ تجارتی قرضے اس نئے دور تہذیب ہی کی ایجاد نہیں بلکہ ان کا رواج اہل عرب میں قدیم زمانے سے تھا۔ ہم نے جو روایات اور پیش کی ہیں ان سے قدرِ مشترک کے طور پر یہ بات بوضاحت سامنے آ جاتی ہے کہ تجارتی قرض اور ان پر سود کا لین دین اصل عرب کے معاشرے میں کوئی ناملوس اور اچھبے کی بات نہ تھی بلکہ اس کا سہمی اسی طرح عام رواج تھا جس طرح حاجت مند انہ اور صرفی قرضوں کا۔

تجارتی سود کو جائز کہنے والوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جو اپنے استدلال کی بنیاد سود کے عہد جاہلیت میں رائج ہونے یا نہ ہونے پر نہیں رکھتا بلکہ وہ اس کے جواز پر کچھ اور ایجابی دلائل پیش کرتا ہے، اس گروہ نے کئی دلائل پیش کئے ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ لیتے ہیں۔

کیا تجارتی سود میں ظلم نہیں؟ ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس بات کا تو نفس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کہ تجارتی

سود کا رواج عہد رسالت میں تھا یا نہیں، لیکن ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ سود کی روح تجارتی سود میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟

ان کا یہ کہنا ہے کہ سود کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ اس میں قرض لینے والے کا نقصان ہوتا ہے، اس بیچارے کو محض اپنی تنگدستی کے "جرم" میں ایک چیز کی قیمت اس کی اصل قیمت سے زائد دینی پڑتی ہے اور دوسری طرف قرض دینے والا اپنے فاضل سرمایہ سے لغزشی محنت کے مزید مال وصول کرتا ہے جو سراسر ظلم ہے، لیکن یہ علت تجارتی سود میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس میں قرض دار اور قرض خواہ دونوں کا فائدہ ہے۔

قرض دار قرض کی رقم کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کر لیتا ہے اور قرضخواہ قرض کی رقم پر سود لے کر، اس لئے اس میں کسی کے ساتھ نا انصافی اور ظلم نہیں ہوتا۔

یہ دلیل آج کل لوگوں کو بہت اپیل کرتی ہے اور بظاہر بڑی خوشنما ہے۔ لیکن آپ تھوڑا سا غور و فکر کیجئے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ بھی اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی، اس دلیل کا سارا دار و مدار اس بات پر ہے کہ تجارتی سود میں کسی کا نقصان نہیں کیونکہ حرمت سود کی حکمت صرف وہ نہیں جو حامیان تجارتی سود نے پیش کی ہے۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے ایک حکمت وہ بھی ہے کہ کسی فریق کا نقصان اس میں ضرور ہوتا ہے، اور نقصان والا معاملہ ناجائز ہوتا ہے مگر تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ان حضرات نے تو بات یہیں تک ختم کر دی ہے کہ ایک فریق کا نقصان اور دوسرے کا فائدہ ہو تو معاملہ ناجائز ہوتا ہے اور دونوں کا فائدہ ہو تو جائز۔ حالانکہ بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ اگر دونوں کا فائدہ ہو سکتا ہو مگر ایک فائدہ یقینی ہو اور دوسرے کا یقینی نہ ہو، مشتبہ ہو، تب بھی معاملہ ناجائز ہوتا ہے جیسا کہ "مخاثر" کی صورت میں آپ معلوم کر چکے۔

جناب یعقوب شاہ صاحب دسمبر ۱۹۶۱ء کے ماہنامہ "ثقافت" میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"کیا قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم موجود ہے جو اس منافع کی رقم کو مشتبہ رکھ لینے کی جگہ معین کر لینے کو ممنوع قرار دیتا ہے؟" ہم اس کے جواب میں ان سے بصد ادب یہ پوچھیں گے کہ "مخاثرہ" کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلاف اعلان جنگ کیوں قرار دیا ہے ؟ صرف اور صرف اس لئے کہ اس میں ایک فریق کامعین نفع ہے اور ایک کاشتبہ۔

اب دیکھ لیجئے کہ یہ علت تجارتی سود میں بھی پائی جاتی ہے یا نہیں ؟ ظاہر ہے کہ قرض لینے والا جو مال تجارت میں لگاتا ہے اس میں یہ کوئی فردی نہیں کہ کسے نفع ہی ہو،

یا

نفع ہوتا ہی مقدار میں کہ وہ سود ادا کرنے کے بعد بھی بچ رہے ہو سکتا ہے کہ اسے تجارت میں خسارہ آجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفع آنا کم ہو کہ سود ادا کرنے کے بعد کچھ نہ بچے، یا نفع تو زیادہ ہو مگر اس کے حاصل کرنے میں اتنی مدت صرف ہو جائے کہ اس کی وجہ سے سود کی رقم اصل مال سے بھی بڑھ گئی ہو۔ فرض کیجئے کہ آپ نے کسی شخص سے ایک ہزار روپیہ، تین روپے فی صد سالانہ کی شرح سود سے قرض لیا اور کسی تجارت میں لگا دیا اب اس میں مندرجہ ذیل عقلی احتمالات ہیں :-

(۱) آپ کو ایک ہی سال میں پانچ سو روپیہ کا فائدہ ہو گیا تو آپ فائدہ میں رہے کہ تیس روپے قرض خواہ کو دے کر باقی سب آپ نے لے لیا۔

(۲) آپ کو ایک سال میں کل ساٹھ روپے کا نفع ہو اس میں سے تیس آپ قرض خواہ کو دیں گے اور تیس اپنے پاس رکھیں گے۔

(۳) آپ کو پانچ سال میں دو سو روپے کا فائدہ ہوا، اس میں سے ڈیڑھ سو قرض خواہ کو دیدیں گے اور پچاس آپ کے پاس بچیں گے۔

(۴) آپ کو پانچ سال میں ڈیڑھ سو ہی کا فائدہ ہوا تو آپ سارا نفع سود ہی میں

دے دیں گے آپ کے پاس کچھ نہ بچے گا۔

(۵) آپ کو ایک سال میں کل تیس روپے کا فائدہ ہوا تب بھی آپ وہ سارا سود میں دے دیدیں گے آپ کے پاس ایک پیسہ بھی نہ رہے گا۔

(۶) آپ کو ایک سال ہی میں کل دس روپیہ کا فائدہ ہوا تو آپ وہ تو سا ہوا کو دیں گے ہی، آپ کو اپنی جیب سے بیس روپے مزید دینے پڑیں گے۔
(۷) آپ نے ایک سال تک تجارت کی مگر ایک پیسے کا نفع بھی نہ ہو تو محنت بھی بیکار گئی اور تیس روپے اپنی جیب سے دینے پڑے۔

(۸) اور اگر آپ نے دس سال تک تجارت کی اور پھر بھی کوئی نفع نہ ہو تو آپ کو تین سو روپے بھگتنے پڑیں گے۔

(۹) آپ نے ایک سال تک تجارت کی مگر اس میں تنور روپے کا نقصان ہو گیا تو آپ کو یہ نقصان بھی بھگتنا ہو گا اور تیس روپے علیحدہ دینے ہوں گے۔

(۱۰) آپ نے دس سال تک تجارت کی اور اس میں سو روپے کا نقصان ہو گیا تو نقصان بھی آپ کی گردن پر رہا اور تین سو روپے سود کے اس کے علاوہ ہیں۔

ان دس صورتوں میں سے صرف پہلی اور دوسری صورت تو ایسی ہے جس میں دونوں کا فائدہ ہے کسی کا نقصان نہیں باقی تمام صورتوں میں آپ کا نقصان ہے کہ کہیں آپ کو ساہوکار سے کم نفع ہوا، کہیں کچھ بھی نہ ہوا اور کہیں اٹا نقصان ہوا، کہیں اس وجہ سے کہ تجارت بار آور نہ ہوئی، کہیں اس وجہ سے کہ نفع تو ہوا مگر سود میں چلا گیا۔ لیکن ان تمام صورتوں میں ساہوکار کا فائدہ کہیں نہیں گیا اُسے ہر جگہ نفع ملتا رہا ہے۔

اب آپ بنظر انصاف غور فرمائیے کہ یہ بھی کوئی معقول معاملہ ہے جس میں دو ایک ہی جیسے افراد میں سے ایک کا کبھی نقصان ہوتا ہے کبھی نفع اور دوسرا نفع ہی بٹورتا رہتا ہے ؟ اس معاملہ کو کون سی شریعت اور کون سی عقل گورا کر سکتی ہے ؟ اس پر جناب یعقوب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ :-

” تجارت کے لئے روپیہ سود پر اس واسطے لیا جاتا ہے کہ قرض لینے والے کو شرح سود سے کئی گنا زائد نفع کی امید ہوتی ہے۔ اور اکثر یہ امید برآتی ہے ورنہ پیداواری سود کو اس قدر فروغ حاصل نہ ہوتا۔ ایسے قرض دینے والے کو ایک چھوٹی رقم مقررہ وقت پر ملتی رہتی ہے اور اس کے برخلاف قرض لینے والا اکثر اس رقم سے کئی گنا فائدہ کما لیتا ہے اور کبھی اس کو نقصان بھی ہوتا ہے مگر اس خطرہ کو قبول کرنا تجارت کا عام مسلک ہے اور یہ ایسی چیز نہیں اور اس سے ایسی خرابیاں پیدا نہیں ہوتیں کہ فَاذْكُورُوا يَحْتَابُ
بِمَنْ لِّلّٰهِ وَاذْكُورُوا لِي سِرًّا كَيْ تَعْلَمُوْا ”

(ماہنامہ ثقافت دسمبر ۱۹۸۷ء)

اس کے جواب میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ نفع کی امید ہونا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا کہ وہ معاملہ جائز ہے، اس لئے کہ نفع کی امید تو کاشتکار کو ”مخا برہ“ کی صورت میں بھی ہوتی ہے، اسی لئے تو وہ یہ معاملہ کر لیتا ہے، مگر اس کے باوجود بصراحت حدیث ”مخا برہ“ ناجائز ہے اور اس کے بارے میں فَاذْكُورُوا يَحْتَابُ الخ کی وعید آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں پڑھ چکے کہ :-

من لم یترک المخاصرة
فلیؤذن بحوب من اللہ ورسولہ۔
جو مخابرہ نہ چھوڑے وہ اللہ اور
رسول کی طرف سے اعلان جنگ نہ لے۔
(البدواؤ وحوکم)

سرمایہ اور محنت کے اشتراک کا اسلامی تصور
اسلامی شریعت نے سرمایہ اور محنت کے اشتراک کی
ایک سیدھی سادی، آسان اور مفید شکل، مضاربت، تجویز کردی ہے کہ ایک کا سرمایہ
ہو، دوسرے کی محنت ہو اور نفع میں دونوں کی شرکت یعنی طور پر ایک ہی نوعیت
کی ہو۔ نہ اس سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے نہ کسی پر ظلم ہے، دونوں ہر حیثیت سے
برابر ہیں۔ نفع ہے تو دونوں کا برابر ہے، نقصان ہے تو دونوں کو ہے، مگر نہ جانے
اسلامی شریعت سے خدا واسطے کا میرے یا سرمایہ دارانہ نظام نے عقلموں پر پردے
ڈال دیئے ہیں کہ لوگ اس سیدھی سادی صودتِ اشتراک کو چھوڑ کر اس پر پُرج اور مضر
صودت کو اختیار کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

جناب محمد جعفر شاہ صاحب نے "کمرشیل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت" میں مضاربت
کی شکل پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص غلے کی تجارت کرتا ہے
اور اس کے پاس خاصی رقم بھی موجود ہے، ایک دوسرا شخص اس سے یہ کہتا ہے کہ میں
"بس سروں" کا تجربہ رکھتا ہوں مگر میرے پاس سرمایہ نہیں، اگر تم رقم لگاؤ تو اس میں
خاصا منافع ہو سکتا ہے، جس میں ہم دونوں شریک ہوں گے، اب ظاہر ہے کہ غلے کی
تجارت کرنے والا اپنی تجارت میں روپیہ لگا سکتا ہے لیکن وہ ساتھ ہی اس شخص کا
نفع بھی چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں موٹر سروں کا کام بھی شرکت میں کر دوں لیکن اسے

یہ بھی خیال ہے کہ میں خود موٹر کے کام سے نابلد ہوں اور یہ میری نادانیت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کہ مضاربت میں میرے اصل حصے میں بٹے بازی سے کام لے، اور مجھے پورا حصہ نہ مل سکے، نیز میں اس کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کے لئے وقت نہیں نکال سکتا۔ اس صورت میں اس کے پاس سولے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ اسے سود پر قرض دیدے اور ایک قلیل مگر معتین نفع پر نفاعت کرے،

مگر ہمیں انوس ہے کہ ان حضرات نے بہت تلاش و جستجو کے بعد ایک لمبی چوڑی

مشکل نکالی، مگر اس میں مضاربت کے طریقے کو چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لئے کہ کوئی بیوقوف سے بے وقوف انسان بھی ایسی حماقت نہیں کر سکتا کہ مرٹ فریب میں آجانے کے موہوم خطرے سے اپنے زیادہ نفع کو چھوڑ دے اور کم پر راضی ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر بالفرض اس کا شریک دھوکہ دے کہ اس حصے میں سے مال کم بھی کر لے تو اس کے لئے سود

کی قلیل شرح لینا اور حصہ کم لینا دونوں برابر ہیں پھر اسے خواہ مخواہ ہاتھ گھما کر ناکت پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر اسے اپنے شریک کی دیانت کے بارے میں اس قدر بدگمانی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ دھوکہ دے کر تجارت میں نقصان ظاہر کرے گا حالانکہ درحقیقت اس میں نفع ہو گا، تو پھر ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کر کے اس کی ہمت افزائی کرنے کا اسے کس ڈاکڑ نے مشورہ دیا ہے؟

ہاں البتہ یہ خیال اس شخص کے دل میں ضرور پیدا ہو گا جو نفع کی صورت میں تو مسلسل شریک رہنا چاہتا ہو لیکن ساتھ ہی نقصان کی زد سے دامن بچا لینے کا بھی خواہش مند ہو، اس کے دل میں یہ کھوٹ ہو کہ میرے لئے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو سادہ نقصان ہوتا مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے بلکہ میرا نفع ہمیں نہ جائے۔

اسلام کا انصاف پسند مزاج اسے ہی جاری اور خود غرضی کی ہرگز اجازت نہیں دیگا۔ اس تشریح سے حایان سود کا ایک وہ استدلال بھی ختم ہو جاتا ہے جس میں انہوں نے تجارتی سود کو مضاربت کے مشابہ قرار دے کر جائز کہا ہے۔ گذشتہ صفحات کی بحث سے تجارتی سود اور مضاربت کا عظیم فرق آپ کے ذہن نشین ہو گیا ہوگا، کہ مضاربت میں دونوں شریک نفع اور نقصان دونوں میں شریک رہتے ہیں، اور تجارتی سود ایک کا نفع معین رکھتا ہے اور دوسرے کا مشتبہ اور مبہوم، اس لئے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(۲) اس گروہ کی دوسری دلیل

تجارتی سودِ رضامندی کا سودا ہے یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اکلِ باطل سے منع کیا ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۖ) لہذا تجارت کے جن جن طریقوں میں اکلِ باطل ہے وہ حرام ہیں اور ظاہر ہے کہ جہاں اکلِ باطل ہو گا وہاں ایک فریق کی عدمِ رضامندی ضرور ہوگی۔ اکلِ باطل میں کھانے والا اور ارضی ہوتا ہے لیکن جسے کھایا جاتا ہے وہ کبھی راضی نہیں ہوتا وہ اسے صرف اپنی مجبوری سے برداشت کرتا ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی ایسی تجارت ہو جس میں دونوں فریقوں کی رضامندی اور خوشدلی ہو تو وہ یقیناً اکلِ باطل نہ ہوگا۔ اب اسی عینک سے کمرشل انٹرسٹ (تجارتی سود) کو دیکھئے کہ اس میں فرض لینے والا مجبور اور مظلوم نہیں ہوتا اور اسی طرح وہ دان کے نفع سے ناخوش بھی نہیں ہوتا۔ لہذا جو ربا حرام ہے وہ وہی ہے جس میں ایک فریق کا خود غرضانہ نفع اور دوسرے کا نقصان ہے، کمرشل پرجو تجارت کی جاتی ہے اس میں دونوں کی باہمی رضامندی اور خوش دلی ہوتی ہے۔

(کریشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت از جنف شاہ صاحب)

ہم نے ان حضرات کا یہ استدلال من و عن نقل کر دیا ہے، آپ خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ کیا آج تک کسی عقلمند نے فریقین کی رضامندی کو ایک حرام چیز کے حلال ہونے کے لئے سبب قرار دیا ہے؟ کیا فریقین رضامند ہوں تو زنا کو جائز کہا جاسکتا ہے؟ اور دور جانے کی بھی ضرورت نہیں، خود تجارت ہی میں بہت سی انواع آپ کو ایسی ملیں گی جن میں دونوں فریق رضامند اور خوش ہوتے ہیں مگر وہ ناجائز ہیں، کتب حدیث، ابواب البیوع الباطلہ، کھول کر دیکھیے، محافلہ، تعلق الجلب، بیع کی ان تمام صورتوں میں فریقین کی رضامندی اور خوش دلی ہوتی ہے مگر ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔

دراصل اسلام کی حکیمانہ نظر سطحی چیزوں پر نہیں ہوتی وہ عام قوم کی خوشحالی اور اس کا فائدہ چاہتا ہے۔ اسی لئے اس نے فریقین کی رضامندی اور خوش دلی کو جائز یا حرام ہونے کا معیار نہیں ٹھہرایا، اس لئے کہ ان کی رضامندی اپنے حق میں تو مفید ثابت ہو سکتی ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ وہ عام قوم کے لئے زہر ہو، مذکورہ بیوع کی بعض صورتوں میں سے کسی کا نقصان نہیں دونوں کا فائدہ ہے اور دونوں رضا مند بھی ہیں مگر اس کی وجہ سے پوری قوم افلاس، اقتصادی بد حالی اور اخلاقی بیماریوں کا شکار ہوتی ہے۔ اس لئے اس نے انہیں ممنوع قرار دیا ہے، وہ ہر معاملہ کا اسی وسیع نظر سے تجزیہ کرتا ہے اور جہاں خرابی دیکھتا ہے وہاں بند باندھ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہ۔

لَا بَيْعَ مَخْضُورٍ لَبَاجٍ - کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔

اس حدیث کے ذریعہ اسلام نے آڑھتی (MIDDLE MAN) کا تمام کاروبار ممنوع قرار دیا ہے، جو لوگ ہر معاملہ کو سطحی انداز میں اور تنگ نظری سے دیکھنے کے عادی ہیں وہ اس حکم کی حکمت سمجھنے سے فرود محروم رہیں گے، ان کو یہ حکم ظلم نظر آئے گا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک معاملات کے جائز یا ناجائز ہونے کا مدار رضامندی اور خوش دلی پر ہے، وہ سوچیں گے کہ ایک دیہاتی گاؤں سے مال لے کر آتا ہے، اور وہ ایک شہری کو اپنا مال بیچنے کے لئے وکیل بنا دیتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ دیہاتی کا بھی فائدہ ہے کہ اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑیگی، اور اس کا مال بھی اچھے داموں بک جائے گا، اور آڑھتی کا بھی نفع ہے کہ اسے مال بیچنے پر کمیشن ملے گا، ان کا ذہن شخصی مفاد اور خوش دلی کی اس بھول بھلیاں میں الجھ کر رہ جائے گا۔

لیکن جو شخص اسلامی شریعت کے مزاج سے واقف ہے وہ اس حکم کی تہ میں پوری قوم کا اجتماعی مفاد دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے گا دَبْنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَابِطَلَاہِ وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ اسلام نے یہ حکم اس لئے دیا ہے کہ اس سے پوری قوم کا فائدہ ہو۔ اگر دیہاتی نے آڑھتی کو اپنا وکیل بنایا تو وہ مال کو بازار کا رنگ دیکھ کر نکالے گا۔ جس وقت نرخ سستے ہوں گے اس وقت مال کو چھپا کر رکھ دے گا۔ اور جب بازار میں مال ختم ہو جائے گا اس وقت اسے نکال کر من مانے بھارت پر فروخت کر دے گا۔ جس سے پوری قوم گرانی کا شکار ہوگی۔ اور وہ ان کا مال سمیٹا رہے گا، یہاں تک کہ قوم مظلم سے مظلم تر ہوتی چلی جائے گا، اور اس سرمایہ دار کی جیب بھرتی چلی جائے گی، اس کے برعکس اگر دیہاتی خود اپنا مال فروخت کرے گا تو اتنا بوقت تو وہ بھی نہیں ہے کہ اپنا نقصان کر کے بیچے، ظاہر ہے کہ نفع ہی سے فروخت کرے گا، لیکن ہر حال آڑھتی کی

بہ نسبت اس کے لگائے ہوئے دام بہت سستے ہوں گے اور وہ روک کر بھی نہیں
بیچے گا، جس کی وجہ سے پورا بازار سستا ہو جائے گا اور عام قوم خوشحالی سے زندگی
بسر کرے گی۔

بہر کین صرت فریقین کی رضامندی اور خوش دلی معاملہ کی حلت و حرمت پر
کوئی اثر مرتب نہیں کرتی اس لئے کہ بعض اوقات دونوں کی رضامندی پوری قوم کی تباہی
کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی حال تجارتی سود کا ہے کہ اگرچہ اس میں دونوں فریق راضی
اور خوش ہوتے ہیں مگر وہ جائز نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ وہ پوری قوم کو تباہی کی راہ
پر لگا دیتا ہے۔

ہم نے جو بات اوپر کہی ہے وہ خود اس آیت سے ماخوذ ہے جو جو حضرت شاہ
صاحب نے پیش کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا
اُمۡوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوۡنَ
اَلَاۤیۡہُ كَرۡهًا تِجَارَةٌ اَوْ اَدۡرَآءُ بَیۡنَکُمۡ
اے ایمان والو! آپس میں ایک
دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ،
الایہ کرہ تجارت ہو اور آپس کی رضامندی

سے ہو۔

بیان اللہ تعالیٰ نے معاملہ کے جائز ہونے کے لئے دو شرطیں ذکر فرمائی ہیں۔
ایک تو یہ کہ وہ معاملہ تجارت ہو، دوسری کہ آپس کی رضامندی سے ہو، نہ صرف
آپس کی رضامندی معاملہ کی حلت کے لئے کافی ہے، اور نہ صرف تجارت ہونا، دونوں
باتیں پائی جائیں گی تو معاملہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

تجارتی سود میں فریقین کی رضامندی تو ہے مگر چونکہ وہ اجتماعی طور پر مضر ہے۔

اس لئے اسلام سے تجارت نہیں کہتا ، ربا کا نام دیتا ہے۔ لہذا وہ جائز نہیں۔

تجارتی سود کو جائز کہنے والے

کیا روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے؟ حضرات اپنی اس دلیل کی

تائید میں کچھ روایات بھی پیش کرتے ہیں جن سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سود میں اگر خوش دلی ہو ، جابرانہ دباؤ نہ ہو تو وہ جائز ہو سکتا ہے ، مثلاً احادیث ذیل :-

(۱) حضرت علیؑ نے اپنا ایک "عصیف" نامی اونٹ بیس (چھوٹے) اونٹوں

کے عوض فروخت کیا ہے اور وہ بھی ادھار (رواہ مالک)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کچھ درہم قرض لئے پھر ان سے اچھے واپس کئے

تو ان نے لینے سے انکار کیا کہ یہ میرے دیئے ہوئے درہم سے اچھے ہیں ، حضرت ابن

عمرؓ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے مگر میں خوش دلی سے دے رہا ہوں (رواہ مالک)

(۳) حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے قرض لے کر زیادہ واپس کیا۔

(۴) حضورؐ نے فرمایا "خیادکم اھا سنگم قضاہ" بہتر طریقے سے قرض ادا کرنے

والے تم میں زیادہ بہتر ہیں۔ (الوداد و عن ابی ہریرۃ)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان روایتوں سے مذکورہ دعوے پر دلیل نہیں لی جاسکتی ،

(۱) جہاں تک حضرت علیؑ کے عمل کا تعلق ہے تو اس پر کسی معاملہ کی حلت و حرمت

کی بنیاد اس لئے نہیں رکھی جاسکتی کہ اس کے برخلاف ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ کا واضح فتویٰ موجود ہے :-

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی

صلى الله عليه وآله وسلم قال ان النبي صلى الله

صلى الله عليه وسلم قال ان النبي صلى الله

عليه وسلم نهى عن بيع الحيوان

بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

یہ ایک صحیح حدیث ہے اور حضرت جابرؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ سے بھی

اسی مضمون کی احادیث منقول ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ بالکل واضح اور صاف ہے، اسے چھوڑ کر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک عملی واقعہ کو جس کا پورا پس منظر بھی معلوم نہیں، فتویٰ کی

اساس بنالینا اصول حدیث و فقہ کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس عمل صحابی

کو حدیث مرفوعہ کی برابر بھی مان لیا جائے تو جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو متفقہ

اصول ہے کہ اسی حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے جو حرام قرار دے رہی ہو۔

(۲) رہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تو اس سے کسی درجہ میں بھی یہ بات سمجھ

میں نہیں آتی کہ انہوں نے خوش دلی کی وجہ سے سود کو جائز قرار دیا ہے، وہاں تو معاملہ

یہ تھا کہ انہوں نے جو درہم قرض لئے تھے وہ کیفیت کے اعتبار سے ویسے ذلتی جیسے واپس

کئے گویا زیادتی محض کیفیت میں تھی، ایسا نہ تھا کہ دس لئے ہوں اور گیارہ واپس کئے

ہوں "خیبر" کا لفظ اس بات پر شاہد ہے، اس کے علاوہ چونکہ قرض لینے وقت

دونوں کے درمیان زیادتی کا کوئی معاہدہ نہیں تھا اور اس وقت دونوں کے حاشیہ خیال

میں بھی یہ بات تھی اس لئے بعد میں زیادہ ادا کرنے کی حیثیت ایسی ہو گئی جیسے کوئی کسی کے

احسان کا بدلہ کرنے کے لئے اسے کچھ تحفہ دیدے۔

(۳) اور یہی صورت حضرت جابرؓ کے واقعہ میں ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو قرض دیتے وقت کوئی زیادتی کا معاہدہ نہیں کیا تھا۔ حدیث کے الفاظ نے

یہ بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاقِ کریمانہ کی بنا پر ادائیگی کے وقت ان کے حق سے کچھ زیادہ دے دیا، زیادتی کیسی اور کتنی تھی؟ حدیث اس کے بیان سے خاموش ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ زیادتی بھی صرف کیفیت کی زیادتی ہو اور اگر تعداد کی زیادتی بھی تسلیم کی جائے تو چونکہ وہ کسی شرط اور معاہدہ کے ماتحت نہ تھی۔ اس لئے وہ بھی "حسنِ قضا" اور احسان کی مکافات ہی کے درجے میں ہو سکتی ہے جس کی طرف خود احادیث میں ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے البورانہ کی حدیث کے ماتحت یہی لکھا کہ :-

لیس هو ائمن قرض جز منفعة
 فائضه منهي عنه لان الممنهني عنه،
 ما كان مشروطا في العقد -
 یہ صورت اس قرض میں داخل نہیں جن کے ذریعہ کچھ نفع حاصل کیا گیا ہو کیونکہ وہ ناجائز ہے اور ناجائز صورت۔
 (نووی شرح مسلم ص ۲۶۲)
 وہی ہے کہ زیادتی کا عقد کرتے وقت معاہدہ کیا گیا ہو

اس لئے اگر کسی شخص نے کسی پر احسان کیا کہ وقت پر قرض دے دیا اور اس نے قرض ادا کرنے کے وقت اس کے احسان کا بدلہ دینے کے لئے کوئی رقم یا چیز اپنی خوشی سے بغیر کسی سابق معاہدہ کے دیدی، تو یہ آج بھی جائز ہے "سودِ حرام" سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، اگرچہ حضرت امام مالکؒ اس وقت بھی عدوی زیادتی کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور حضرت جابرؓ کے واقعہ کو کیفیت کی زیادتی پر معمول مقرر کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس معاملہ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں ربا کا کوئی تصور

ہی نہیں ہو سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المال شرعی سے ان کا قرض دیا اور قرض سے زیادہ بھی کچھ عطا فرمایا۔ یہ ظاہر ہے کہ بیت المال میں سب مسلمانوں کا حق ہے خصوصاً علماء و امت جو دین کی خدمت میں مشغول ہوں، تو حضرت جابرؓ کا بیت المال میں حق پہلے سے متعین اور معلوم تھا جس میں امام و امیر کو اختیار ہوتا ہے وہ زیادتی اس حق میں سے دی گئی نہ کہ قرض کے معاوضہ میں (۴) اور چوتھی روایت کا مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں، اس لئے کہ اس میں۔

”حسن ادارہ“ کی ترغیب ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ زیادہ ادارہ کر دو بلکہ مطلب یہ ہے ”اچھی طرح ادارہ کرو، ٹال مٹول نہ کرو، قرض خواہ کو بار بار آنے جانے کی تکلیف مت دو اور چیز بھی اچھی دو، ایسا نہ ہو کہ اچھی چیز لو اور خراب واپس کرو،

تجارتی سود کے وکلاء تیسری دلیل یہ پیش کرتے

تجارتی سود اور اجارہ ہیں کہ کمرشل انٹرسٹ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص اپنا رکشہ، ٹانگی یا ٹیکسی لوگوں کو اس شرط پر دیتا ہے کہ تم مجھے اتنی رقم روزانہ دیدنا کرو۔ یہ معاملہ بالاتفاق جائز ہے اور یہی تجارتی سود کی صورت ہے کہ اس میں سرمایہ دار اسی شرط پر اپنا سرمایہ دیتا ہے کہ مجھے ایک تین دنہ رقم سال بہ سال ملتی رہے۔

لیکن آپ خود ہی ذرا غور سے دیکھئے کہ دونوں میں کتنا فرق ہے؟ رکشہ، ٹانگی اور ٹیکسی کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے مگر نقد کو کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے کہ کرایہ اور اجارہ کا مفہوم ہی یہ ہوتا ہے کہ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع حاصل کئے جائیں آپ کسی ٹیکسی کرایہ پر لیتے ہیں تو ٹیکسی جوں کی توں باقی رہتی ہے

موت اس کے منافع آپ حاصل کر لیتے ہیں اور نقد میں یہ بات نہیں، کیونکہ اس کو باقی رکھ کر، اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اسے خرچ کرنا پڑتا ہے، اس لئے ہمیں اجارہ کی کوئی شکل نہیں بنتی۔ اور اس سے بھی تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کر لیجئے اور غور کیجئے کہ اگر اجارہ پر تجارتی سود کو قیاس کرنا صحیح ہے تو اس معاملہ میں مہاجنی اور تجارتی دونوں سود برابر ہیں، جس طرح تجارتی سود اجارہ کے مشابہ ہے اسی طرح مہاجنی سود بھی ہے، ظاہر ہے کہ کرایہ پر لینے والا ہمیشہ نفع آور کام میں لگانے کے لئے کوئی چیز کرایہ پر نہیں لیتا، بسا اوقات اپنی وقتی ضرورت کے لئے لیتا ہے آپ روزانہ ٹیکسی کرائے پر لیتے ہیں تو وہ وقتی ضرورت ہی کے لئے ہوتی ہے اس لئے اگر اجارہ پر سود کو قیاس کرنا صحیح ہے تو مہاجنی سود کو بھی جائز کہنا پڑے گا۔ حالانکہ اس سود کو وہ لوگ بھی جائز نہیں کہتے جو تجارتی سود کے جواز کے قائل ہیں، بلکہ قرآن کریم میں اس کی حرمت کی تصریح موجود ہے اس سے خود اندازہ کر لیجئے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، اگر صحیح ہوتا تو قرآن سے ناجائز قرار نہ دیتا۔

تجارتی سود کو جائز بتلانے والے حضرات اسے بیع سلم بیع سلم اور تجارتی سود پر بھی قیاس کرتے ہیں، پہلے بیع سلم کا مطلب سمجھ لیجئے سلم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً ایک کاشتکار ایک شخص کے پاس آکر یہ کہتا ہے کہ میں اس وقت گندم کی فصل بورد ہا ہوں، تھوڑے دنوں میں وہ پک جائے گی مگر میرے پاس اس وقت پیسے نہیں ہیں، تم مجھے پیسے اب دیدو اور جب فصل تیار ہو جائے گی تو میں تمہیں اتنا گندم دے دوں گا۔

لیکن ذرا سوچئے کہ بیعِ سلم ایک قسم کی بیع ہے جسے شرائط کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتہً جائز رکھا اور لے بیع کے اندر داخل قرار دیا، جسے اللہ تعالیٰ نے اَحَلَّ اللہ البیع فرما کر حلال کیا ہے اور اس کے بالمقابل ربوا کو حرام و نہرما ہے، جو حضرات ربوا کو بھی نفسِ قرآن و حدیث کے خلاف بیع ہی میں داخل کہتے ہیں، کیا وہ اپنے آپ کو مخالفینِ قرآن و اسلام کی اس صف میں کھڑا نہیں کر رہے جنہوں نے اَمَّا الْبَيْعُ مَثَلُ الزُّبُوَا كَمَا تَعَا اور قرآن نے ان کی تردید و وعید سنائی۔

پھر عقدِ سلم اور ربوا میں اس حیثیت سے زمین آسمان کا تفاوت ہے کہ سلم میں پہلے پیسے دینے کی بنا پر سامان زیادہ حاصل کرنے کی شرط نہیں لگائی جاتی، چنانچہ فقہ کی ساری معتبر کتابوں میں سلم کی تعریف « بیع الاجل بالاجل » (یعنی ایک دیر میں لےنے والے چیز کی بیع فوری قیمت کے معاوضہ میں) بغیر کسی شرط و تفصیل کے لکھی ہوئی ہے۔ عرفی مفہوم بھی غیر مشروط بیع کا ہے اور کسی معتبر عالم یا فقیہ نے کہیں یہ شرط نہیں لگائی کہ اس عقد میں مال چونکہ دیر میں ملتا ہے اس لئے زیادہ ملنا چاہئے، اس کے برخلاف تجارتی سود کی بنیاد ہی اس شرط پر قائم ہے۔

ان کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ بعض فقہاء کرام نے اس صورت **مدت کی قیمت** کو جائز قرار دیا ہے کہ ایک تاجر اپنا مال قیمت کے نقد ہونے کی صورت میں مثلاً دس روپے میں دیتا ہے اور ادھار کی صورت میں پندرہ روپے میں۔ اس صورت میں تاجر نے محض مدت کی زیادتی کی وجہ سے پانچ روپے زیادہ کئے ہیں، چنانچہ ہدایہ باب المراءمہ میں ہے :-

کیا یہ شاہدہ نہیں ہے کہ مدت کی وجہ سے قیمت میں زیادتی
کبجائی ہے ؟

الایبری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل

ہدایہ کی اس عبارت پر یہ تفسیر کھڑی کی گئی ہے کہ جب مدت کے معاوضہ میں زیادتی لینا جائز ہو اور تجارتی سود میں بھی یہی شکل ہے کہ مدت کے عوض پیسے زیادہ لیتے جاتے ہیں۔

لیکن انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جس ہدایہ میں مذکور الصدر جملہ لکھا ہے اسی کی کتاب الصلح میں نہایت واضح الفاظ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔

وذلك اعتیاض عن الاجل یہ مدت کی قیمت لینا ہے، اور وہ

وهو حرام۔ (باب الصلح فی الدین)

اور اس کے تحت علامہ اکمل الدین بابر نے ہدایہ کی شرح عنایہ میں لکھا ہے کہ

دوئی ان رجلا سئال ابن عمرؓ روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے

فذاہ عن ذالک ثم سألہ فقال ان مدت قیمت لینے کے سلسلے میں اسوأل کیا تو اپنے

هذا یرید ان یطعمہ الزبایہ رعنا ید علی سے منع فرمایا، اس نے پھر پوچھا تو آپ نے

فرمایا کہ یہ چاہتا ہے کہ میں اسے سود کھانے کی

ہامش نتائج الافکار ص ۲۲۷

اجازت دے دوں۔

یہ نقل کرنے کے بعد صاحب عنایہ نے لکھا ہے "حضرت عمرؓ نے یہ اس لئے

فرمایا کہ سود کی حرمت صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں صرف مدت سے مال کے تبادلہ

کاشبہ ہے تو جہاں یہ بات شبہ کی حدود سے آگے بڑھ کر حقیقت بن گئی ہو وہاں تو حرمت

میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟"

اس کے علاوہ فقہ حنفی کے ایک بلند پایہ عالم قاضی خانؒ جو صاحب ہدایہ ہی کے

ہم رتبہ ہیں انہوں نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ ادھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کرنا

بھی جائز نہیں،

لايجوز بيع الحنطة بثمن
محمد کی بیع اگر ادھار ہونے کی بنا پر
التسبئة اقل من سعر البلد فانہ
پر شہر کے عام نرخ سے کم قیمت پر کی جاتی ہے تو
فأسدواخذ ثمنہ حرام۔
وہ ناسد ہے اور اس کی قیمت لینا حرام ہے۔
عالمگیر یہ دیگرہ میں بھی اس قسم کی تصریحات ملتی ہیں۔

البتہ اہل علم کے لئے یہ بات قابل غور رہ جاتی ہے کہ ہدایہ کی دو عبارتیں متضاد کیوں
ہیں؟ پہلی عبارت سے مدت کے معاوضہ میں زیادتی لینے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور
دوسری عبارت سے اس کا حرام ہونا واضح ہے۔

اس کا جواب اہل علم کے لئے سمجھنا مشکل نہیں، اس سامان کے سود سے میں
ادھار کا خیال کر کے کچھ قیمت میں اضافہ کیا جائے تو وہ براہ راست مدت کا معاوضہ
نہیں بلکہ اس سامان ہی کی قیمت ہے، بخلاف اس کے براہ راست مدت ہی کا معاوضہ
سالانہ یا ماہوار طے کیا جائے، یہ وہی ہے جسے ہدایہ کی کتاب الصلح والی عبارت میں
حرام کہا گیا ہے۔

جن حضرات کو فقہ سے کچھ بھی مناسبت ہوگی ان کو اس فرق کے سمجھنے میں کوئی
اشکال نہیں رہ سکتا، کیونکہ اس کی نظیریں بے شمار ہیں کہ بعض اوقات بعض چیزوں کا
معاوضہ لینا براہ راست جائز نہیں ہوتا اور کسی دوسرے سامان کے ضمن میں جائز ہو جاتا
ہے، اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ ہر مکان دوکان اور زمین کی قیمت پر اس کے محل وقوع
اور پڑوس کا بڑا اثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی قیمت میں نمایاں امتیاز ہوتا
ہے۔ ایک محلہ میں ایک مکان دس ہزار روپے کا ہے تو وسط شہر میں بالکل اسی طرح

کا اور اتنے ہی رقبہ کا مکان ایک لاکھ میں بھی سستا سمجھا جاتا ہے۔ یہ قیمت کی زیادتی ظاہر ہے کہ مکان کی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس کی خاص کیفیت اور محل وقوع کے اعتبار سے ہے اور جب کوئی آدمی یہ مکان بیچتا یا خریدتا ہے تو اس کی یہ کیفیت بھی فروخت ہو جاتی ہے، اور قیمت کی ضمنی زیادتی ہے وہ اسی کیفیت کے مقابل میں ہے حالانکہ یہ کیفیت اور صفت کوئی مال نہیں جس کا معاوضہ لیا جائے۔ مگر مکان یا زمین کی بیچ کے ضمن میں اس کیفیت و صفت کا معاوضہ بھی شامل ہو کر جائز ہو جاتا ہے، اسی طرح ہر مکان کے لئے ایک گندر گاہ اور راستہ کا حق ہوتا ہے، ہر زرعی زمین کے لئے آبپاری کا حق ہوتا ہے اگر کوئی شخص ان حقوق کو تنہا بغیر مکان یا زمین کے فروخت کرنے لگے تو بیع ناجائز ہے کیونکہ حقوق خود کو کوئی مال نہیں، مگر مکان یا زمین فروخت کرے گا تو یہ حقوق ضمنی طور پر خود بخود فروخت ہو جائیں گے اور مکان زمین کی قیمت میں ان کا معاوضہ بھی شامل ہو جائے گا۔

ہمارے زیر بحث مسئلہ میں غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگر ادھار کی وجہ سے سامان کی قیمت میں زیادتی کو جائز تسلیم کیا جائے تو اس کی نوعیت وہی ہے کہ ضمنی طور پر مدت کی رعایت سے سامان کی قیمت بڑھ گئی اور براہ راست صرف مدت کا معاوضہ لیا جائے تو وہ ربوایں داخل ہو کر ناجائز ہو گا۔ چنانچہ جہاں صاحب ہدایہ نے مدت کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کو جائز کہا ہے وہاں پہلی صورت مراد ہے اور انہوں نے مذکورہ صورت کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ وہاں مدت پر جو قیمت لی جا رہی ہے وہ اصلاً اور براہ راست نہیں بلکہ ضمناً ہے (اگرچہ قاضی خاں وغیرہ نے اسے بھی ناجائز کہا ہے) اور جہاں پر صاحب ہدایہ نے مدت کے مقابلے میں عوض لینے کو حرام کہا

ہے وہاں ان کا مطلب یہ ہے کہ براہ راست مدت کی قیمت نہیں لی جاسکتی۔
تجارتی سود میں چونکہ مدت کی قیمت ضمنی طور سے نہیں براہ راست لی جاتی
ہے، اس لئے یہ صورت باتفاق فقہاء حرام ہے۔

یہ دلیلیں تو بڑی اور اہم تھیں، اب آپ ان حضرات کے ان
چند ضمنی دلائل ضمنی دلائل پر بھی ایک نظر ڈالتے چلئے جو بذات خود تو کسی نظریے
کی بنیاد نہیں بن سکتے لیکن بڑی دلیلوں کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ اگرچہ یہ تمام دلائل گذشتہ
اہم دلائل کے ختم ہو جانے کے بعد خود بخود بے معنی ہو جاتے ہیں، ہم پورے الطینان
کے لئے ہم ان پر بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

(۱) پہلی چیز جناب یعقوب شاہ صاحب نے پیش کی ہے کہ حدیثوں کی تدوین کے
متعلق محدثین حضرت نے درایت کے اصول منضبط کئے ہیں۔ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ
وہ حدیث جس میں ذرا سی بات پر سخت عذاب کی دہسکی ہو یا معمولی کام پر بہت بڑے
ثواب کا وعدہ ہو، مخدوش ہے، قرآن کریم نے جس قدر سزا سود خور کے لئے رکھی ہے
وہ شاید کسی اور مجرم کے لئے تجویز نہیں فرمائی یہ عظیم مزا حاجتمندانہ اور مصرفی
(USEFUL) قرضوں پر لئے جانے والے گناؤں نے سود پر تو بالکل ٹھیک ٹھیک اترتی
ہے۔ لیکن تجارتی سود اتنا زیادہ نقصان دہ فعل نہیں ہے جس پر خدا اور رسولؐ کی
طرف سے اعلان جنگ کر دیا جائے۔ ایک حاجتمند سے سود لینا سنگدلی ہے اور اس
کی ممانعت سختی سے ہونی چاہیے لیکن تجارتی سود پر یہ الزام عائد نہیں کیا جاسکتا،
اس کے لینے والے مفلس نہیں ہوتے وہ قرض نفع کمانے کی غرض سے لیتے ہیں اور
عام طور پر نفع شرح سود سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

اس دلیل کی بنیاد اس مفروضے پر ہے کہ تجارتی سود کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔ میان تجارتی سود کی اکثر دلیلوں میں دراصل یہی ذہنیت کارفرما نظر آتی ہے۔ اس لئے ہم یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ تجارتی سود کے انفرادی، اجتماعی معاشی اور سیاسی نقصانات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ !

نقصانات !

سود کے حرام ہونے کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ وہ تمام اخلاقی اخلاقی نقصانات تعدوں کو پامال کر کے خود غرضی، بے رحمی، سنگدلی، زر پرستی اور کجسوس کی صفات پیدا کرتا ہے، اس کے برعکس اسلام ایک ایسے صحت مند معاشرے کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جو رحم و کرم، محبت و مروت، ایثار، تعاون اور بھائی چارے کی بنیاد پر قائم ہو، اس میں تمام انسان بل جل کر زندگی گزاریں، ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آئیں، غریبوں اور ناداروں کی امداد کریں، دوسرے کے نفع کو اپنا نفع اور دوسرے کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھیں۔ رحمہم اور سخاوت کو اپنا شعار بنائیں اور اجتماعی مفاد کے آگے کچھ نہ سمجھیں، انسانوں میں یہ تمام صفات پیدا کر کے اسلام انہیں انسانیت اور شرافت کا اس اوج کمال تک پہنچانا چاہتا ہے جہاں سے انہیں — اشرف المخلوقات — کا خطاب عطا ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف سود (خواہ وہ تجارتی ہو یا مہاجنی) جس ذہنیت کو ختم دیتا ہے اس میں ان اخلاقی اوصاف کی کوئی جگہ نہیں ترض دینے والے ساہوکار کو بس اپنے سود کی تو پروا ہوتی ہے، آگے اسے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ مقروض کو نفع ہوا

یا نقصان؟ نفع ہوا تو کتنا؟ کتنی مدت میں؟ اور کتنے پاؤں بیٹنے کے بعد؟ وہ مسلسل اپنے دیئے ہوئے مال پر نفع وصول کرتا رہتا ہے، اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ مقروض کو جتنا ہو سکے دیر میں نفع ہو تاکہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کا سود بڑھتا اور چڑھتا رہے لے دین کے نقصان کا بھی کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ نفع نقصان کی ہر شکل میں اس کا نفع کھرا رہتا ہے۔ یہ چیز خود غرضی کو اس قدر بڑھا دیتی ہے کہ ایک سرمایہ دار کسی حاجت مندانہ قرضہ میں بھی اپنی رقم کو بلا سود لگانے پر راضی نہیں ہوتا۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ میں یہ فاضل رقم کسی تاجر کو کیوں نہ دوں تاکہ گھر بیٹھے ایک معین نفع مجھے حاصل ہوتا رہے، اس خیال کے پیش نظر اگر ایک شخص کے گھر میں بے گورو کفن لاش پڑی ہے یا اس کا کوئی عزیز دم توڑ رہا ہے وہ بھی اس کے پاس آکر اس سے قرض مانگے گا تو وہ یا تو انکار کر دے گا یا تمام اخلاقی قدروں کو بالائے طاق رکھ کر اس سے بھی سود کا مطالبہ کرے گا۔ ایسے مواقع پر بالعموم حرام کھانے کھاتے تساوت قلب کی یہ صفت اس درجہ رنگ جمالیتی ہے کہ اس وقت آپ کے مدلل لکچر اور پُر اثر مواعظ کچھ کام نہیں آتے۔ سود خوار دولت مند کو اپنے چاروں طرف سے پیسہ ہی ناچتا نظر آتا ہے اس لئے اس وقت آپ کو اس سے یہ شکایت ہونی بھی نہ چاہیے کہ وہ ہماری بات کیوں نہیں سنتا؟ اور ہمارے مواعظ کا کیوں اثر نہیں لیتا؟ اس کے پاس بزبانِ حال یہ جواب ہے کہ

اندرونِ قعر رد یا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن ترملکن ہنیا رباش

پھر جب لوگ دیکھتے ہیں کہ فاضل سرمایہ اس قدر نفع بخش ہے کہ اس سے ہاتھ پاؤں

ہلائے بغیر بھی ایک یقینی نفع حاصل ہو سکتا ہے تو ان میں زرا نندوزی کا جذبہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا ہے، اور وہ پیہ پیہ بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ اسی حرص کے نشے میں نا جائز ذرائع سے روپیہ کمانے کی فکر کرتے ہیں اور کچھ نہیں تو یہ چیز ان میں کنجوسی تو ضرور ہی پیدا کر دیتی ہے، اور اس مرحلہ پر زرا نندوزی کے میدان میں ریس شروع ہوتی ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے زیادہ روپیہ جمع کر لوں اور پھر یہ ریس حسد، بغض اور عدوت کو جنم دیتی ہے، بھاتی سے بھاتی کی لڑائی ہوتی ہے، دوست سے دوست جلنے لگتا ہے، باپ کو بیٹے کے اور بیٹے کو باپ کے نقصان کی کوئی پروا نہیں رہتی یہاں تک کہ نفسی نفسی کے اس محشر میں انسانیت سسک سسک کر دم توڑ دیتی ہے۔

یہ محض خیالی باتیں نہیں ہیں، آپ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈال کر دیکھیے کیا آج یہ سب کچھ نہیں ہو رہا ہے؟ آپ کو جواب اثبات میں لے گا اور اگر آپ نے انصاف سے کام لیا تو آپ پر یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ "سود" ہی کے شجرہ خبیثہ کے پھل پھول ہیں اور اگر ہمیں ان تمام ناہمواریوں کو دور کرنا ہے تو ہمیں ہمت کر کے اسی شجرہ خبیثہ پر کلہاڑا چلانا پڑے گا۔ اور اگر ہم اصلاح و تبلیغ کے صرف لفظی طریقے اختیار کرتے رہے تو ہماری مثال اس احمق سے مختلف نہ ہوگی جو بدن پر جا بجا نکلے ہوئی پھنسیوں کا علاج صرف پاؤ ڈر چھڑک کر کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح اس شخص کو کبھی شفا حاصل نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ وہ بیماری کی اصل جڑ کو پکڑ کر لے ختم نہ کر ڈالے اسی طرح ہم بھی اپنے معاشرے کو اس وقت تک صحت مند نہیں بنا سکتے جب تک کہ سود کی لعنت سے چھٹکارا نہ پالیں

اس کے بعد معاشی نقصانات پر مبنی
معاشی اور اقتصادی نقصانات ایک نظر ڈال لیجئے، معاشیات میں

لبصیرت رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ تجارت، صنعت، زراعت اور تمام
 نفع آور (PRODUCTIVE) کاموں کی معاشی بہتری یہ چاہتی ہے کہ جتنے لوگ
 کسی کاروبار میں کسی بھی نوعیت سے شریک ہوں وہ سب کے سب اپنے مشترکہ کاروبار
 کے فروغ سے پوری پوری دل چسپی رکھتے ہوں، ان کی دلی خواہش یہ ہو کہ ہمارا
 کاروبار بڑھتا اور چڑھتا رہے، کاروبار کے نقصان کو وہ اپنا ہی نقصان تصور
 کریں تاکہ ہر خطرے کے موقع پر اس کے دفعیہ کے لئے اجتماعی کوشش کریں اور
 کاروبار کے فائدہ کو وہ اپنا فائدہ خیال کریں تاکہ اُسے پروان چڑھانے میں ان
 کی پوری پوری طاقت صرف ہو۔

اس نقطہ نظر سے عام معاشی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ کاروبار میں صرف
 سرمایہ ہی کی حیثیت سے شریک ہوں وہ بھی کاروبار کے نفع و نقصان سے پوری پوری
 دلچسپی رکھیں۔ لیکن سودی کاروبار میں ان مفید جذبات کی کوئی رعایت نہیں بلکہ بعض
 اوقات معاملہ اس کے بالکل برخلاف رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے
 ہیں سود خوار سرمایہ دار کو صرف اپنے نفع سے سروکار ہوتا ہے، آگے اُسے اس
 کی کوئی پروا نہیں کہ کاروبار ترقی پر ہے یا منزل پر؟ اس میں نفع ہو رہا ہے
 یا نقصان؟ وہ مسلسل اپنے دیئے ہوئے روپے پر منافع وصول کرتا رہتا ہے اور بسا
 اوقات اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کاروبار کو جتنا ہو سکے دیر میں نفع ہو تاکہ وقت
 کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کا اپنا نفع بڑھتا رہے۔ اسی بنا پر اگر کاروبار کو

نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اپنی پوری محنت اور کوشش اس کے ذمہ پر مومن کرے گا لیکن سرمایہ دار اس وقت تک ٹس سے مس نہ ہو گا جب تک کہ کاروبار کے بالکل اسی دیوالیہ ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ اس غلط طریق کار نے سرمایہ اور محنت کے درمیان ہمدردانہ رفاقت کی بجائے ایک سو فیصد خود غرضی کا تعلق قائم کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں بے شمار نقصانات جنم لیتے ہیں، ان میں سے چند نمایاں ترین یہ ہیں :-

(۱) سرمایہ کا ایک بڑا حصہ محض اس وجہ سے کام میں نہیں لگتا کہ اس کا مالک شرح سود کے بڑھنے کا انتظار کرتا ہے یا وجودیکہ اس کے بہت سے مصارف موجود ہوتے ہیں اور بیشمار آدمی کسی کاروبار کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے مٹی تجارت و صنعت کو سبھی بڑا نقصان پہنچتا ہے اور عام قوم کی معاشی حالت بھی گر جاتی ہے۔

(۲) چونکہ ساہوکار کو زیادہ شرح سود کا لالچ ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے سرمایہ کو کاروبار کی واقعی ضرورت اور طبی مانگ کے اعتبار سے نہیں لگاتا بلکہ وہ محض اپنی اغراض کو سامنے رکھ کر سرمایہ کو روکنے یا لگانے کا فیصلہ کرتا ہے، اس صورت میں اگر سرمایہ دار کے سامنے دو صورتیں ہوں کہ یا تو وہ اپنا سرمایہ کسی فلم کمپنی میں لگائے یا بے خانمان لوگوں کے لئے مکانات بنا کر انہیں کرایہ پر دے، اور اسے فلم کمپنی کی صورت میں زیادہ نفع کی امید ہو تو وہ یقیناً فلم کمپنی میں سرمایہ لگا دے گا۔ بے خانمان افراد کی اسے کوئی پروا نہ ہوگی، ظاہر ہے کہ یہ ذہنیت عام صحیح مفاد کے لئے کس قدر خطرناک ہے؟ اس پر جناب یعقوب شاہ صاحب اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نقصان کی وجہ سود نہیں، انفرادی ملکیت ہے، جب تک سرمایہ انفرادی ملکیت ہے۔

اس وقت تک سرمایہ دار طبقہ اس کے ہاؤڈ کو اپنے مفاد کے لحاظ سے روکنا اور کھولنا
 لہے گا۔ (ماہنامہ "ثقافت" دسمبر ۱۹۷۷ء)

ہمیں جناب یعقوب شاہ صاحب سے یہ عجیب سی بات سُن کر بڑی حیرت ہوتی
 ہے، جب وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس خرابی کی وجہ انفرادی ملکیت ہے تو ایک بڑی اہم
 قید کو نظر انداز کر جاتے ہیں، صرن "انفرادی ملکیت" اس کا سبب نہیں ہے بلکہ گام
 اور خود غرض انفرادی ملکیت "اس کا سبب ضرور ہے، جو ملکیت کسی قسم کی کوئی قید
 اور پابندی برداشت نہ کرتی ہو وہی سرمایہ کے ہاؤڈ کا رخ ذاتی مفاد کی جانب پھیر دیتی
 ہے، لیکن ذرا اور آگے بڑھ کر دیکھیے کہ اس "بے لگام اور خود غرض انفرادی ملکیت"
 کا سبب کیا ہے؟

آپ بنظرِ انصاف غور کریں گے تو صاف پتہ چل جائے گا کہ اس کا سبب ہے
 سود اور سرمایہ داری نظام! سود کا لالچ ہی انسان میں وہ خود غرضی پیدا
 کرتا ہے جس کی بنا پر وہ اپنی املاک کو ہر قسم کی پابندی سے آزاد کر دیتا ہے، اور
 ہر وقت ذاتی منافع کے تصور میں مگن رہتا ہے، کسی سہیلانی اور سہبود کے کام میں
 پیہ لگنے کا خیال بھی اُسے نہیں آتا، اب واقعات کی منطقی ترتیب اس طرح ہو گئی کہ:

سرمایہ کا ذاتی مفاد کے پابند ہو جانا خود غرض انفرادی

ملکیت سے پیدا ہوتا ہے اور اس قسم کی انفرادی ملکیت کا سبب

سود اور سرمایہ دارانہ نظام ہے!

نتیجہ کیا نکلا؟ یہی ناکہ اس خرابی کا اصل سبب سود اور سرمایہ داری نظام ہے، اب
 آپ ہی بتائیے کہ یہ بات کیسی غلط ہو جاتی ہے کہ "ذاتی مفاد پر سرمایہ کار کھانا اور کھلنا

سود سے نہیں انفرادی ملکیت سے ہوتا ہے۔

اگر واقعی مذکورہ خرابی (یعنی سرمایہ کا ذاتی مفاد کے پابند ہوجانے) کا ازالہ منظور ہے تو اس کے لئے سب سے پہلے سود اور سرمایہ داری نظام پر ہاتھ ڈالنا پڑے گا۔ جب تک یہ نہ ہوگا ملکیت میں وہی خود غرضی اور بے لگامی باقی رہے گی جو مذکورہ خرابی کا اصل سبب ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سودی اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت کو ختم کر کے اسلامی نظام معیشت کو بروئے کار لایا جائے، جس میں سود، قمار اور ٹسے کی ممانعت، زکوٰۃ، عشر، صدقات خیرات اور میراث کے احکام اس قسم کی خود غرضانہ ذہنیت پیدا ہونے ہی نہیں دیتے، اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے اور لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کیا جائے جو انہیں باہمی تعاون اور اجتماعی بہبود کے کاموں میں سرگرم بنائے،

سود اور سرمایہ داری نظام — جو خود غرض انفرادی ملکیت کے سرچشمے

ہیں، ان کی حیات کرتے ہوئے صرف یہ کہہ کر فارغ ہوجانا کہ » ان خرابیوں کا اصل سبب انفرادی ملکیت ہے « اس مسئلے کا حل کیسے بن سکتا ہے؟

(۳) سود خوار دولت مند چونکہ سیدھے سادے طریقے پر کاروباری آدمی سے شرکت

کا معاملہ نہیں کرتا کہ اس کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہو، اس لئے وہ یہ اندازہ لگاتا ہے کہ اس کا دوبارہ میں تاجر کو کتنا نفع ہوگا؟ اسی نسبت سے وہ اپنی شرح سود متعین کرتا ہے اور عام طور سے وہ اس کے منافع کا اندازہ لگانے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتا ہے۔

دوسری طرف قرض لینے والا اپنے نفع و نقصان دونوں پہلوؤں کو پیش

نظر رکھ کر بات کرتا ہے، چنانچہ جب کاروباری شخص کو نفع کی امید ہوتی ہے وہ سرمایہ دار سے قرض لینے آتا ہے سرمایہ دار معاملہ کو سنبھال کر سود کی شرح اس حد تک بڑھاتا چلا جاتا ہے کہ تاجر اس شرح پر قرض لینا اپنے لئے بالکل بیکار سمجھتا ہے، دامن اور مریوں کی اس کش مکش سے سرمایہ کار کام میں لگنا بند ہو جاتا ہے اور وہ بیکار پڑا رہ جاتا ہے، پھر جب کساد بازاری اپنی آخری حدوں تک پہنچ جاتی ہے اور سرمایہ دار کو خود اپنی ہلاکت نظر آنے لگتی ہے تو وہ شرح سود گھٹا دیتا ہے یہاں تک کہ کاروباری آدمیوں کو اس پر نفع کی امید ہو جاتی ہے، پھر بازار میں سرمایہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وہ "کاروباری چکر" (TRADE CYCLE) ہے جس سے ساری سرمایہ کار دنیا پریشان ہے، غور کیا جائے تو اس کا سبب ہی تجارتی سود ہے۔

(۴) پھر بعض اوقات بڑی بڑی صنعتی اور تجارتی اسکیموں کے لئے سرمایہ بطور قرض لیا جاتا ہے اور اس پر بھی ایک خاص شرح کے مطابق سود عائد کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے قرض عام طور پر دس میں یا تیس سال کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں اور تمام مدت کے لئے ایک ہی شرح سود مقرر ہوتی ہے اس وقت اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ آئندہ بازار کے نرخ میں کیا اتار چڑھاؤ پیدا ہو گا اور ظاہر ہے کہ جب تک فریقین کے پاس علم غیب نہ ہو اس وقت تک وہ یہ جان بھی نہیں سکتے۔

فرض کیجئے کہ آئندہ میں ایک شخص بیس سال کے لئے سات فیصد شرح سود پر ایک بھاری رقم بطور قرض لیتا ہے اور اس سے کوئی بڑا کام شروع کرتا ہے، اب وہ مجبور ہے کہ آئندہ ہر سال باقاعدگی کے ساتھ اسی طے شدہ شرح کے مطابق سود تیار ہے لیکن اگر آئندہ تک پہنچے پہنچے قیمتیں گر کر موجودہ نرخ سے نصف رہ

جائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص جب تک موجودہ حالت کی بہ نسبت دو گنا مال نہ بچے وہ نہ اس رقم کا سود ادا کر سکتا ہے اور نہ قسط، اس کا یہ لازمی نتیجہ ہو گا کہ اس ارزانی کے دور میں یا تو اس قسم کے قرض داروں کے دیوالیے نکل جائیں گے یا وہ اس مصیبت سے بچنے کے لئے معاشی نظام کو خراب کرنے والی ناجائز حرکات میں سے کوئی حرکت کر سکیں۔

اس معاملہ پر غور کرنے سے ہر انصاف پسند اور معقول آدمی پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مختلف زمانوں کی گرتی اور چڑھتی قیمتوں کے درمیان ساہوکار کا ایک متعین اور بحیال نفع ذوق بین انصاف ہی ہے اور نہ معاشی اصولوں کے لحاظ سے اسے درست کہا جاسکتا ہے آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی تجارتی کمپنی یہ معاہدہ کر لے کہ وہ آئندہ بیس یا تیس سال تک خریدار کو ایک ہی متعین وقت پر اشیاء فراہم کرتے رہیں گے۔ جب یہ معاملہ صحیح نہیں تو آخر سود خوار دولت مند میں وہ کیا خصوصیت ہے جس کی بنا پر اس کے نفع پر قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کا کوئی اثر نہیں پڑتا؟

جدید بینکنگ

نئی مغربی تہذیب نے یوں تو بہت سی مہلک چیزوں پر چند سطحی فوائد کا ملمع چڑھا کر پیش کیا ہے مگر اس کا یہ کارنامہ سب سے زیادہ "قابل داد" ہے کہ "سود" جیسی گناہ ڈنی اور قابل نفرت چیز کو جدید بینکنگ سسٹم کا دلکش اور نظر فریب بادیہ پہنا کر پیش کیا اور اس طرح پیش کیا کہ اچھے خالص سمجھدار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس نظام کو نہایت معصوم اور بے ضرر سمجھنے لگے۔

مغربی تہذیب کے اس بدترین مظہر کی خوبیاں لوگوں کے دل و دماغ پر کچھ اس

طرح چھا جتی ہیں کہ وہ اس کے خلاف کچھ سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اس کو بھرنے بلکہ نفع بخش جائزہ بلکہ قطعاً ناگزیر سمجھتے ہیں، حالانکہ اگر تقلید مغرب کی منحوس عینک اتار کر واقعات کا جائزہ لیا جائے تو ایک سلیم الفکر انسان کا ذہن سو فیصد اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ عام قوم کے لئے معاشی ناہمواریاں پیدا کرنے میں جس قدر بڑی ذمہ داری بینکنگ کے موجودہ نظام پر ہے اتنی کسی اور چیز پر نہیں، حقیقت یہ ہے کہ قدیم نظام ساہوکاری کے نقصانات پھرتے زیادہ نہیں تھے جتنے کہ اس جدید نظام سے پیدا ہوتے ہیں، ہم پہلے مختصراً بینکنگ کا طریق کار ذکر کرتے ہیں تاکہ بات کو سمجھنے اور کسی نتیجے تک پہنچنے میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔

ہوتا ہے کہ چند سرمایہ دار مل کر ایک ادارہ ساہوکاری قائم کر لیتے ہیں جس کا دوسرا نام بینک ہے، یہ لوگ مشترکہ طور پر ساہوکاری کا کاروبار کرتے ہیں۔

شروع میں کام چلانے کے لئے یہ لوگ کچھ اپنا سرمایہ لگاتے ہیں لیکن بینک کے مجموعی سرمایہ میں اس کا تناسب بہت کم ہوتا ہے بینک کا زیادہ سرمایہ وہ رقم ہوتی ہے جو عام لوگ (DEPOSITORS) بینک میں رکھواتے ہیں۔ دراصل بینک کی ترقی کے لئے سب سے اہم یہ سرمایہ ہوتا ہے، جس بینک میں جتنا زیادہ سرمایہ امانت داروں کا ہوتا ہے اتنا ہی وہ طاقت ور سمجھا جاتا ہے، لیکن اگرچہ امانت داروں کا سرمایہ بینک کی اصل روح رواں ہوتی ہے مگر ان لوگوں کو بینک کی پالیسی میں کوئی دخل نہیں ہوتا، ادیبہ کو کس طرح استعمال کیا جائے؟ شرح سود کیا مقرر ہو؟ منظم کسے رکھا جائے؟ ان تمام چیزوں کا تعین صرف سرمایہ داروں کی صوابدید پر ہوتا ہے، امانت داروں کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ پیسہ رکھو اگر معمولی شرح سے سود دیتے رہیں اور پھر اگرچہ کہنے کو تو بینک کے بہت سے حصے دار (SHARES) ہوتے ہیں مگر بینک کی پالیسی میں تمام عمل و دخل ان لوگوں

کا ہوتا ہے جن کے حصص (shares) زیادہ ہوں، سبے چھوٹے حصہ دار تو ان کا قلعن بینک سے مرمت اس قدر ہوتا ہے کہ جب نفع کی تقسیم کار کا وقت آئے تو ان کا حصہ رسدی پینسج جائے اور بس۔

اب یہ چند بڑے سرمایہ دار اپنی مرضی کے مطابق بینک کا روپیہ سود پر دیتے ہیں سرمایہ کا ایک حصہ یہ لوگ روزمرہ کی غوریات کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں، کچھ مرافہ بازار کو قرض دیا جاتا ہے، اور کچھ دوسرے قلیل المیعاد قرضوں میں مرمت کیا جاتا ہے ان قرضوں پر بینک کو ایک سے لے کر تین چار فیصد تک سود مل جاتا ہے۔

پھر ایک بڑا حصہ کاروباری لوگوں، بڑی بڑی کمپنیوں اور دوسرے اجتماعی اداروں کو دیا جاتا ہے جو بالعموم مجموعی رقم کا ۳۰٪ سے لے کر ۶۰٪ تک ہوتا ہے بینک کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہی قرضے ہیں، ہر بینک کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ سرمایہ ان قرضوں میں لگے اس لئے کہ ان قرضوں پر سب سے زیادہ شرح سے سود ملتا ہے اس طرز پر جو آمدنی بینک کو حاصل ہوتی ہے وہ بینک کے تمام شرکار کے درمیان اسی انداز سے تقسیم کر دی جاتی ہے جیسے عام تجارتی کمپنیوں کا دستور ہے۔

اس دام ہم رنگ زمین کو پھیلانے میں جس چالاک اور ہوشیاری سے کام لیا گیا ہے وہ واقعہ عجیب ہے، محض اس سود کے لالچ میں اپنی زمینیں ایک ایک کر کے بینک کی تجزیوں میں بھرتے رہتے ہیں، اور اس سے پورا نفع چند سرمایہ دار اٹھاتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ ساہوکار غریب اور کم دولت مزدکار کو تو ہمیشہ دینے سے رہے۔ وہ تو ہمیشہ یہ روپیہ ان بڑے بڑے سرمایہ داروں کو دیتے ہیں جو انہیں اچھی شرح سے سود دے سکیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم کا سرمایہ چند منٹھی بھروسہ داروں کے پاس جمع ہو جاتا ہے اور یہ دولت کے اس خزانے کی بل

پر پوری قوموں کی قسمت سے کھیلتے ہیں، دنیا کے سیاسی معاملات سے لے کر قوم کے معاشرتی حالات تک ہر چیز ان کے رحم و کرم پر ہوتی ہے اور یہ پوری دنیا کی سیاسی، معاشرتی اور تمدنی زندگی پر پوری خود غرضی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب ایک تاجر صرف دس ہزار کا مالک ہوتے ہوئے دس لاکھ کے سرمایہ سے تجارت کرتا ہے تو اگر اسے نفع پہنچ جائے تو وہ سود کے چند ٹکوں کے سوا پورا اسی کو ملا، اور اگر اسے نقصان ہو تو اس کے صرف دس ہزار ڈوبے، باقی نوے ہزار روپیہ تو پوری قوم کا لگا جس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، پھر آئی پریس نہیں ان سرمایہ داروں نے یہاں بھی دس ہزار کے نقصان پہنچ نکلنے کی یہ راہ نکال لی ہے کہ اگر یہ خسارہ کسی حادثہ کے سبب ہوتا ہے تو یہ اپنا پورا انشورنس کمپنی سے وصول کر لیتے ہیں جو درحقیقت قوم ہی کا سرمایہ ہوتا ہے گویا ان سرمایہ داروں کے نقصان کی تلافی بھی ان ہی غریبوں پر فرض ہو جاتی ہے جو اپنا پورا روپیہ انشورنس کمپنیوں میں جمع رکھتے ہیں اور نہ ان کا کبھی کوئی جہاز ڈوبتا ہے نہ ان کے کسی تجارتی مرکز کو آگ لگتی ہے اور اگر یہ نقصان بازار نرخ گر جانے سے ہوتا ہے تو سرمایہ دار سٹاک کے ذریعہ اپنا نفع ٹوٹا برابر کر لیتے ہیں۔

اب اس معمولی نفع کا حال بھی نیچے جو بینک اپنے امانت دار عوام کو ہر سال ایک سو کے عوض ایک سو تین دیتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ تین روپیہ بھی مزید کچھ سود لے کر پھر ان ہی سرمایہ داروں کی جیب میں پہنچ جاتے ہیں۔

جو سرمایہ دار بینکوں سے بڑی بڑی رقمیں لے کر تجارت کرتے ہیں وہ اس دولت کی وجہ سے پورے بازار پر قابض ہو جاتے ہیں چنانچہ جب وہ چاہتے ہیں نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں گھٹا دیتے ہیں، جب اور جہاں جی میں آتا ہے قحط پرا کر دیتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں اشیاء کی فراوانی ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں انہیں اپنے نفع

میں کچھ کمی ہوتی نظر آئی انہوں نے بازار میں اشارے کے نرخ بڑھا دیئے، ایشیا گران ہوئیں اور بیچارے عوام نے خود اپنے ہاتھوں سے وہ سود کی رقم جو بینک سے حاصل کی تھی پھر ان ہی سرمایہ داروں کے حوالہ کر دی، اس طرح ہمارے بینک درحقیقت پوری قوم کے (SAVING BANK) بنے ہوئے ہیں جہاں سے یہ سرمایہ دار پوری قوم کا خون چوس چوس کر پھولتے رہتے ہیں اور پوری قوم اقتصادی اعتبار سے نیم جان لاش رہ جاتی ہے۔

اس بینک کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد سبھی کیا کسی مسلم الفکر انسان پر یہ بات مخفی رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سور کے لین دین کرنے والے کے لئے خدا اور رسول کے اعلان جنگ کی سخت وعید کیوں سنائی؟

ایک اور ضمنی دلیل جناب جعفر شاہ صاحب پھلواڑی لکھتے ہیں:-

”فرض کیجئے ایک شخص آٹھ سو روپے کی ایک بھینس خریدتا ہے جو روزانہ دس پنہرہ میر رو دھ دیتی ہے یہ اپنی بھینس کو اس شرط پر دیتا ہے کہ تم اس کی خدمت کرو اور اس کے دو رو، وہی بھین سے فائدہ اٹھاؤ اور مجھے چار پانچ میر دو رو روزانہ دینا کرو سوال یہ ہے کہ اگر اس قسم کی شرائط پر وہ بھینس کسی کے حوالے کر دے اور وہ ان شرائط کو قبول کر لے تو کیا یہ سود کسی فقہ کی رو سے ناجائز ہوگا؟“

اس سلسلے میں ہم سوائے اہل اہم حیرت کے اور کیا کر سکتے ہیں سچے جعفر شاہ صاحب کو اس صورت کے ناجائز ہونے میں کیا شبہ ہے؟ ہمارے نزدیک سوال یہ نہیں کہ یہ صورت کون سے فقہ کی رو سے جائز ہے؟ اگر کسی فقہ کی رو سے جائز ہے تو براہ کرم نشانہ ہی فرمائیں، اس صورت میں بھی چونکہ ایک شخص کا نفع متعین اور ایک کا موہوم اور مشتبہ ہے اس لئے یہ معاملہ ہر فقہ میں ناجائز ہے، ہو سکتا ہے کہ سبھی بھینس صرف پانچ میر دو رو دھ دے اور سارا بھینس کا مالک لے اور خدمت کرنے والے کی محنت اور پیسہ بیکار جاتا۔

اسلامی اہم و دینی مطبوعات

2/50	نماز مکمل مترجم	20/-	شانِ رحمت عالم
2/-	نورانی قاعدہ زمکین	25/-	حقیقت توحید و سنت
1/-	نورانی قاعدہ سادہ	10/-	انبیائے کرام
5/-	چھ باتیں اُردو	9/-	کراماتِ صحابہ
4/-	ترکیب نماز ہندی پاکٹ سائز	12/-	عظیم کائنات کا عظیم خدا
15/-	حضرت محمد رسول اللہ کے حالات زندگی	12/-	عظیم نبی کی عظیم دعائیں
12/-	حضرت ابو بکر صدیق	5/-	مقبول مسنون دعائیں اُردو
15/-	حضرت عمر فاروق	15/-	زبان کی حفاظت
9/-	حضرت عثمان غنی	18/-	خواتین رسول اکرم کی نظر میں
12/-	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	10/-	آداب زندگی
10/-	رسول اللہ کی نصیحتیں	12/-	قبر کی پہلی رات
12/-	حقوق الوالدین	10/-	دعوتِ اسلامی اور مسلمانوں کے فرائض
30/-	مسدود	10/-	تعلیم و تربیت
5/-	رات کو پڑھنے کے وظائف	12/-	اسلامی علاج یعنی روحانی علاج
15/-	بچوں کے لئے قرآن	12/-	اسلامی نام
5/-	بچوں کے لئے نماز	9/-	قیامت کی پیشین گوئیاں
5/-	بچوں سے پیار کرنے والے رسول	12/-	تصوف کیا ہے
50/-	بچوں کے لئے کہانیوں کا سیٹ	12/-	فلاح دارین
7/-	تاریخی کہانیاں	6/-	تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے مفید معلومات
7/-	اخلاقی کہانیاں	3/-	تبلیغ کے متعلق بزرگان دین کے ارشادات
12/-	آکریسی سیکھیں	3/-	موت کے وقت شیطانی دھوکے
12/-	انگلش اُردو عربی بول چال	8/-	مسلمان خاندان
8/-	اُردو ہندی، ہندی اُردو بول چال	8/-	مسلمان بیوی

اسلامک بک سروس - ۲۲۴۱ - کوچہ چیلان دریا گنج نئی دہلی